عبادتِ الٰہی کے فوائد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى، وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ》 [ترمذی، سنده حسن]

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا تو میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیری احتیاج اور ضرورت کو دور کر دوں گا۔ اور اگر تو نے اس طرح نہ کیا تو میں تیرے ہاتھ مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیری ضرورت مندی بھی دور نہیں کروں گا۔''

تکمیل دین

(۲۸)...... وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ ۔

[رواه ابوداؤد: ٤٦٨١۔ ورواه الترمذی مع تقديم وتاخير وفيه فقد استكمل ايمانه]

(۲۹)...... وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ ۔ [رواه ابوداؤد: ٤٥٩٩]

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کسی سے دوستی یا دشمنی رکھے اور اللہ ہی کے لیے کسی کو دے یا نہ دے تو اس نے ایمان مکمل کرلیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے بھی کچھ تقدیم وتاخیر سے روایت کیا اس میں ہے کہ اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔''

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین اعمال اللہ کی رضا کے لیے دوستی اور دشمنی رکھنا ہے۔''

من احب للہ جوشخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے لیے اللہ کے دوستوں سے دوستی رکھتا ہے اپنی نفسانی خواہشات کی بنیاد پر کسی سے محبت نہیں کرتا۔

وابغض للہ :اور دشمنی بھی اللہ ہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور نافرمانوں سے کرتا ہے کسی ذاتی رنجش کی وجہ سے نہیں کرتا۔

واعطی للہ :جوکچھ وہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے۔ نفسانی جذبات یا دکھاوے کے لیے نہیں دیتا۔

ومنع للہ :یعنی اگر کسی کو مال نہیں دیتا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کوخوش کرنے کے لیے نہیں دیتا کیوں کہ اس کو دینے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک حرکت وسکون، نطق وسکوت اور تمام اعمال واقوال اللہ کی رضا کے لیے ہونے چاہئیں جس طرح قرآن میں ہے:﴿ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ﴾[الانعام:٦/١٦٢]

''کہہ دیجیے میری نماز اور قربانی اور زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

اس حدیث میں چار باتیں ذکر کی گئی ہیں: دوستی، دشمنی اور لینا دینا۔ کیوں کہ عموماً ان امور میں نفسانیت کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔ بہت کم ہی کوئی انسان ان کاموں کو اللہ کے لیے خالص کرسکتا ہے۔ تو جس نے ان امور میں خلوص کو اپنالیا وہ بقیہ کاموں میں بطریق اولیٰ اخلاص سے کام لے گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ تمام اعمال سے زیادہ فضیلت والا عمل اللہ کے لیے دوستی رکھنا اور دشمنی رکھنا ہے۔ کسی دنیاوی غرض سے دشمنی اور دوستی نہیں ہونی چاہیے۔

اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور پسندیدہ لوگوں سے بھی دوستی رکھنی چاہیے۔ ایسے لوگوں کی دوستی کی یہ شرط ہے کہ ان کی اطاعت اور پیروی کی جائے محبت کے محض زبانی دعوے کافی نہیں۔

اسی طرح برے لوگوں سے ان کے فسق وفجور اور کفر وعصیان کی وجہ سے دشمنی رکھی جائے۔ معلوم ہوا جس طرح کسی شخص کے دوست ہوتے ہیں جو اس سے اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں اس طرح اس کے دشمن بھی ہوں گے جن سے وہ اللہ کے لیے دشمنی رکھے گا۔

فہرست

غیر اللہ کی بندگی

﴿ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ط وَ اللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾ [المائدة: ٥/ ٧٦]

''کہہ دیجیے کیا تم اللہ کے سوا اس کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے لیے نفع ونقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

کسی جگہ ٹھہرنے کی دعا

خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اگر کوئی شخص کسی جگہ ٹھہرے تو یوں کہے:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

میں اللہ تعالیٰ کی پورے کلمات کے ساتھ اس چیز کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا فرمائی۔
تو اس کو وہاں سے رخصت ہونے تک کوئی چیز تکلیف نہیں دے سکے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ . وَعَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا .

[الترمذی: ٢٣٢٢۔ ابن ماجہ: ٤١١٢۔ الصحیحة: ٢٧٩٧]

''خبردار دنیا اور جو اس میں ہے سب کچھ ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر اور جو اس کا معاون ہو اور عالم اور متعلّم۔''

جذبہ

اداریــــــہ ═══════ محمد سلیم چنیوٹی

آٹھویں عام انتخابات ۱۸۔فروری ۲۰۰۸ء کو ہو چکے، ایک طرف بڑے بڑے برج الٹ گئے، دوسری طرف جنھیں یقین بھی نہیں تھا کہ ہماری اتنی سیٹیں ہو جائیں گی، ان کو بھی اتنا کچھ مل گیا کہ وہ حیران و ششدر رہ گئے۔

حالیہ انتخابات کو صدارتی زبان میں (Mother Election) ''مدر الیکشن'' کہا گیا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ کسی مخصوص جماعت کی حمایت نہیں کی جائے گی، جو بھی جیتیں گے انھیں ہی حکومت بنانے کی دعوت دی جائے گی۔

ماضی کی طرف دیکھیں تو امر واقعہ یہ ہے کہ (ر) جنرل پرویز مشرف کی پروردہ ''ق لیگ'' کو بڑے اطمینان سے اپنی مدت پوری کرنے کا موقع دیا گیا۔ اس دوران بساطِ عالم پر بڑے بڑے واقعات رونما ہو گئے، مثلاً:

①...... نائن الیون کے موقعہ پر امریکا سے آنے والے صرف ایک ٹیلی فون سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر ڈھیر ہو گئے۔ جس سے افغانستان پر امریکا کو حملے کا جواز مل گیا۔ جس کے نتیجہ میں امریکا نے افغانستان میں بے دریغ بمباری کر کے بچوں و بوڑھوں و عورتوں کو تہہ تیغ کیا اور افغانستان کو ویران کر دیا۔

③...... امریکا نے افغانستان میں طالبان حکومت ختم کر کے ''حامد کرزئی'' کی شکل میں ایک مہرہ کھڑا کر دیا۔ جس نے حکومت سنبھالتے ہی یہ گل کھلایا کہ اُسامہ بن لادن (جواب تک ایک ہوّا بنا ہوا ہے) پاکستان میں ہونے، کا شوشہ چھوڑ دیا۔

④...... اسامہ بن لادن کے موہوم سائے کی تلاش کی آڑ میں امریکی جارحیت اتنی بڑھ گئی کہ وہ تلاش اب پاکستان تک پہنچ چکی ہے۔ اس نتیجہ میں سانحہ لال مسجد بپا کیا گیا، وزیرستان میں معصوم بچے اڑا دیئے گئے، وانا اور وزیرستان جیسے وطن عزیز کے وفادار قبائلی علاقہ جات میں چشمِ امریکا کی شہہ پا کر اپنوں کا خون بہایا گیا۔ آج کل یہ تلاش سوات میں شروع ہے لیکن ...... اسامہ ...... کا ہیولیٰ ابھی تک فضاؤں میں گم ہے۔

⑤...... کبھی کبھار نورا کشتی کا سین دکھانے کے لیے ایک ہلکا سا للکارا بھی مار دیا جاتا ہے کہ ''نیٹو ممالک کے پاکستانی سرحد پر حملے کو پورے پاکستان پر حملہ تصور کیا جائے گا اور ہمارے پہاڑوں پر جو بھی آیا بچ کر نہیں جائے گا۔''

⑥...... امریکی صدر کی جانب سے گاہے گاہے دوستی بیانات آنے پر ادھر سے بھی جواب آں دوستی دیا جاتا رہا کہ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ ہنوز مذکورہ پاکستانی علاقوں میں جاری ہے۔ حتی کہ بقایا جات ملنے کے انتظار میں ابھی تک خونِ مسلم کی ارزانی جاری ہے۔ (العیاذ باللہ من ذلک)

⑦...... محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان عظیم خدمات کے ''عوض'' پابند سلاسل کیا جانا اسی دور نا مسعود کی یادگار ہے۔

⑧...... بسنت پر پابندی، گم شدہ افراد کے وارثوں کی دادرسی، اندھا دھند مہنگائی، قتل و غارت گری، جیسے واقعات پر سوموٹو ایکشن لینے والے چیف جسٹس آف پاکستان محترم و معزز کو دو دفعہ لاقانونیت کی تلوار سے مجروح کیا گیا۔ انہیں ان کے گھر پر نہ صرف نظر بند کیا گیا بلکہ ان کی برادری میں شامل دیگر ججوں کو بھی نظر بند کر دیا گیا۔

پاکستان کا سب سے بڑا منصب ''منصب صدارت'' ہے۔ اس عہدے کی پاسداری کرنا بھی دل گردے کا کام ہے۔ گزشتہ دنوں اخبارات میں ایک بیان پڑھ کر بڑا دکھ ہوا اور چونکے کہ اس عہدے کے منصب دار جناب چیف جسٹس آف پاکستان کو ''گند'' جیسے کریہہ لفظ سے یاد کیا گیا یاد آیا کہ یہ زبان تو مرزا غلام احمد قادیانی کی زبان ہوا کرتی تھی۔ جو انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا۔ وہی اپنے حریفوں کے لیے ایسی زبان استعمال کیا کرتا تھا۔ اس کا اثر ادھر کیسے؟

ہم جنابِ صدر کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ آپ کے سید ہونے میں کوئی شک نہیں، آپ کے حسب ارشاد آپ پکے سچے مسلمان بھی ہیں۔

سات آٹھ مرتبہ بیت اللہ کے اندر جانے کا شرف بھی آپ حاصل کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنے وعدے کے مطابق وردی بھی اتار دی، آپ نے وعدے کے مطابق انتخابات بھی کروا دیے ہیں۔ پلیز! ایک وعدہ آپ نے قوم سے یہ بھی کیا تھا کہ اگر عوام نے مجھے ناپسند کیا تو میں اپنے عہدے سے الگ ہو جاؤں گا۔ انتخابات، جسے آپ شفاف کہتے ہیں، کے نتائج کے مطابق عوام کی ناپسندی اب سورج کی طرح عیاں ہو چکی ہے، آپ از راہِ کرام یہ وعدہ بھی پورا کر دیں۔

یہ بات یقیناً آپ کے علم میں آ چکی ہوگی کہ آپ کی پروردہ جماعت عام انتخابات میں بری طرح شکست کھا چکی ہے۔ اس میں شامل بڑے بڑے برج جو ہر لمحہ آپ کی مدح سرائی میں مصروف رہتے تھے وہ گر چکے ہیں۔ وہ بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ مہنگائی، لال مسجد کا سانحہ، وانا، وزیرستان، باجوڑ اور سوات کے واقعات نے ہم کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ اس سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے کہ آپ کی پالیسیاں ناکام ہو چکی ہیں۔ اب درخواست ہے کہ آپ عوامی فیصلہ مان لیں اور قوم سے کیا گیا یہ وعدہ بھی پورا کر دیں۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ خلافت اسلامی اور مغربی جمہوریت دو الگ الگ نظام ہائے حکومت ہیں۔ جمہوریت میں تو بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔ اس لیے اس میں عددی اکثریت کی بنیاد پر ہر قماش کا انسان جیت سکتا ہے۔ کیوں کہ جمہوریت اسی کا نام ہے۔ اس کے برعکس اسلامی نظام حکومت میں تقویٰ کو اہمیت حاصل ہے۔ جس کے لیے ہمارے سامنے خلفائے راشدین اور بعد کی خلافت اسلامی کا زمانہ بطور نمونہ موجود ہے۔ سازشیں اور سانحے تو ہر دور میں ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے مگر ہمیں جمہوری نظام کے تجربہ کے بعد کچھ تجربہ حکومت اسلامیہ کا بھی کر لینا چاہیے کہ محض چہرے بدلنا یا انہی چہروں کا تبدیل کر لینا یا ہر حکومت بننے پر حکومتیں گراتے رہنا کسی مسئلے کا نہ صرف حل نہیں بلکہ وطن عزیز کے عدم استحکام کا سبب ہے۔

پاکستان کا قیام جب ہوا تھا تو اُس وقت یہی وعدہ کیا گیا تھا کہ اس الگ خطہ زمین کی بنیاد ایک کلمہ پر ہے۔ اب ساٹھ برس ہونے کو ہیں کہ وہ پاکستان جس کا وعدہ کیا گیا تھا وہ آج تک کہیں دور دور بھی نظر نہیں آ رہا۔ وہی ہندوستان جس سے اجڑ کر اور خاندان بکھر کر ہمارے بڑوں نے الگ خطہ زمین حاصل کیا تھا اور آج وہی ہندوستان ہے کہ روشن خیالی پھر ہمیں اس کی گود میں ڈال رہی ہے اسی ہندوستان میں مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے اور اسی سے اب ہم تجارت کے لیے بے تاب ہو کر قیامِ پاکستان کے مقاصد پر مٹی ڈال رہے ہیں۔ خدارا! پاکستان کی خود مختاری کو قائم رکھا جائے۔ اسلامی ملکوں کی واحد ایٹمی صلاحیت کو دشمن سے محفوظ و مامون رکھا جائے۔ عالمی سطح پر عزت و وقار سے رہنے کا عزم و جذبہ جوان رکھ کر دیگر ممالک کو سفارتی ذرائع سے ہم خیال بنایا جائے۔ تجارت، صنعت و حرفت کے شعبوں کی طرف خاطر خواہ توجہ دے کر بے روزگاری، مہنگائی اور بے اطمینانی پر قابو پانے کی طرف توجہ مبذول کی جائے۔ انصاف کو آسان اور عوامی مشکلات کو کم کرنے کے لیے عدلیہ کو مضبوط اور بااختیار کیا جائے۔ عدلیہ ہی میں تمام اداروں کو خود مختار کر کے وطن عزیز کو آزادی کے ثمرات سے بہرہ ور کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی نیتیں درست فرمائے اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

اللہ نہ کرے......

''ق لیگ'' دوسرے درجے کی قیادت اور ہمدردوں نے تو اپنی پالیسیوں، کوتاہیوں اور غلطیوں کو تسلیم کر کے تازہ دسترخوان میں شمولیت کے لیے تلافی مافات کی کوشش شروع کر دی ہے۔ لیکن ہمارے علمائے کرام کی متحدہ مجلس عمل کی ترقی یافتہ A.P.D.M اب تک یہ اعتراف کرنے کا حوصلہ نہ کر سکی کہ اس کی قیادت سابقہ انتخابات سے اب تک کن افراد، جماعتوں یا ''مقاصد'' کے تحت مشغول کار رہی۔ حالیہ انتخابات میں بائیکاٹ کا ثمرہ کس کی جھولی میں گرا۔ P.P.P نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا ہی نہیں۔ ''ن لیگ'' نے بالآخر انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ دیکھا جائے تو A.P.D.M کا ووٹر کسی نہ کسی درجہ میں ووٹر تو ''ن لیگ'' ہی کا تھا۔ اب ''ق لیگ'' نے ووٹ ڈالے، ''ن لیگ'' نے ووٹ ڈالے اگر نہیں ڈالے تو A.P.D.M ہی نے نہیں ڈالے۔ مجلس عمل کے نام پر بالقابہ مولانا فضل الرحمٰن نے حصہ تو لیا لیکن عوام نے ان کے احترامات کے باوجود جوان کی درگت بنائی وہ وطن عزیز کی مذہبی سیاست کا سیاہ ترین باب ہے۔ کیا مذہب کے نام پر سیاست کرنے والے اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ دین و مذہب کا تقاضا عمل اور دیانت ہوتی ہے جب کہ موجودہ سیاست مفاد ہی مفاد کا نام ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ ہمارے علمائے کرام عوام کے سامنے اپنا عمل پیش کریں اور دیانت کو اپنی سیاست کا امتیاز بنائیں ورگرنہ اللہ نہ کرے ایسا وقت نہ آ جائے کہ ع ''ان کی'' داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

(گزشتہ سے پیوستہ)

امام عادل اور اسلامی عدل کے نمونے

شیخ عمر فاروق

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ عَنِ الْإِمَارَةِ، وَمَا هِيَ؟ فَنَادَيْتُ بِأَعْلَى صَوْتِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَوَّلُهَا مَلَامَةٌ، وَثَانِيهَا نَدَامَةٌ، وَثَالِثُهَا عَذَابٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا مَنْ عَدَلَ، وَكَيْفَ يَعْدِلُ مَعَ قَرَابَتِهِ؟»

[مجمع الزوائد، رقم الحديث: ۵/ ۲۰۰]

''عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں حکومت کے بارے میں بتاؤں، راوی (عوف بن مالک رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے بآواز بلند تین بار عرض کیا، اللہ کے رسول یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ اس کا پہلا مرحلہ (اس کا حصول) ملامت اور فضیحت ہے اور دوسرا مرحلہ باعث خفت اور ندامت ہے، اور تیسرا مرحلہ روزِ قیامت عذاب اور اذیت ہے۔ ہاں مگر جو عدل کرے، انصاف سے کام لے اور دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے عزیز واقارب سے کیا برتاؤ کرتا ہے؟ (کیا اقرباء پروری کرتا ہے یا یکساں سلوک کرتا ہے۔)''

فصاحت زبان:

عربی زبان کی فصاحت وبلاغت پر غور کیجیے کہ ''عدل'' کو قرآنِ حکیم نے میزان (ترازو) کے ساتھ نسبت دی ہے۔ جس طرح ترازو ٹھیک ٹھیک تول دیتا ہے اور وزن کرنے میں کمی وبیشی نہیں کرتا، اسی طرح ''عدل'' یہ ہے کہ افراد کے درمیان حاکم یا قاضی فیصلہ کرتے وقت کسی کے ساتھ جانب داری سے کام نہ لے اور رو رعایت سے بچے، اُس کا فیصلہ امیر اور غریب، بادشاہ اور فقیر، طاقت ور اور کمزور کے درمیان عدل اور انصاف کا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے اور میزان (ترازو) بھی۔'' [الشوریٰ: ۴۲/ ۱۷]

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''اَلْكِتٰب'' سے مراد وہ تمام کتب ہوسکتی ہیں جو تمام پیغمبروں پر نازل ہوئیں، وہ سب حق اور سچی تھیں۔ اور اس سے مراد خاص قرآنِ مجید بھی ہے اور اُس کی صداقت کو واضح کیا جارہا ہے۔ میزان سے مراد عدل وانصاف ہے، عدل کو ترازو سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ یہ برابری اور انصاف کا آلہ ہے۔ اس کے ذریعے سے ہی لوگوں کے درمیان برابری ممکن ہے۔'' [تفسیر احسن البیان]

اس آیہ مبارکہ میں لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ ''عدل'' اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ''القرآن'' ہی سے ممکن ہے۔

ایک اور مقام پر اس طرح بیان ہوا:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ [الحدید: ۵۷/ ۲۵]

''(ربّ کریم کا ارشاد ہے) یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

میزان کا سورۃ الرحمٰن میں اس طرح ذکر آیا ہے:

﴿ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيزَانَ o اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ o وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ o ﴾ [الرحمن: ۷ تا ۹]

''اُسی (ربِّ قدیر) نے آسمان کو بلند کیا اور میزان قائم کردی، اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو، انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔''

اِس میں واضح ہدایت ہے کہ تم نہ صرف اپنے تجارتی معاملات کو امانت اور دیانت داری سے چلاؤ، یعنی پیمائش اور تول میں کمی وبیشی نہ کرو بلکہ معاشرتی زندگی میں بھی عدل وانصاف کو فراموش نہ کرو۔ ربّ کائنات کے نظام پر غور کرو کہ یہ زمین وآسمان کی خلقت، لیل ونہار کی آمدورفت، آفتاب وماہتاب کی گردش، ان گنت ستاروں اور سیاروں کا رواں دواں رہنا بھی اللہ تعالیٰ کے ٹھہرائے ہوئے ضابطوں اور قاعدوں کے مطابق ہے اور وہ اس کے پابند ہیں۔ گویا ''عدل'' میں حدود اللہ کی پابندی لازمی امر ہے۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے اُس کے لیے تو احکامِ الٰہی کی پیروی کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والے ہی ظالم ہیں۔

﴿ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ [الطلاق: ٦٥/ ١]

''یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا (اور اُس کا نقصان بھی اُسے ہی پہنچے گا۔)''

ظاہر ہے کہ اگر تجارت میں دھوکہ فریب کیا گیا اور پیمانوں کو درست نہ رکھا گیا تو معاشی ڈھانچہ تباہ وبرباد ہوگا اور اگر لوگوں کے درمیان ''عدل'' نہ کیا گیا تو معاشرتی زندگی تہہ وبالا ہوجائے گی۔

اللہ تعالیٰ عادل ہے:

اُس کی ہر بات عدل پر مبنی ہے، اُس نے بندوں کے لیے جو ضابطہ حیات اتارا ہے وہ ''نظامِ عدل'' مہیا کرتا ہے۔ اُس نے رسولوں کو جہاں دعوتِ توحید کے لیے بھیجا تو اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی زندگی میں ''قیامِ عدل'' کا بھی حکم دیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ﴾ [الشوریٰ: ٤٢/ ١٥]

''پس آپ لوگوں کو اسی (دین اسلام) کی طرف بلاتے رہیے اور جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے اِس پر مضبوطی سے جم جائیے (توحید پر استقامت اختیار کیجیے) اور اُن کی خواہشات پر نہ چلیے (بت پرستی کی ہر راہ سے کنارا کش رہیے) اور کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں، میرا اُن پر ایمان ہے (وہ سب اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے ہیں) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم میں انصاف کرتا رہوں (احکام الٰہی کے مطابق فیصلہ دیتا رہوں۔)''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [المائدۃ: ٥/ ٤٢]

''اگر آپ فیصلہ کریں تو اُن میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔''

''عدل'' بھی ایسا مطلوب ہے جو بے لاگ اور کھرا کھرا ہو، جس میں خواہشاتِ نفس کا ذرّہ بھر عمل دخل نہ ہو، اس آیہ مبارکہ پر غور کیجیے:

﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [ص: ٣٨/ ٢٦]

''اے داؤد! ہم نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، پس تم لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلے کرنا اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ (ناانصافی) تمھیں اللہ کے راستے سے ہٹادے گی۔''

''وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى'' (خواہش کی پیروی نہ کرو) نے ہر قسم کی اقربا پروری، جانب داری، لالچ اور رشوت، رعب اور دبدبہ ایسی تمام

قباحتوں کا دروازہ بند کردیا ہے اور ایسا ''عدل'' کرنے کی ترغیب دی ہے جو ٹھیک احکام الٰہی کے مطابق ہو۔ ایسے ہی عدل کرنے والے روزِ قیامت نور کے منبروں پر سرفراز کیے جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وَلُوْا۔" [رواہ مسلم، رياض الصالحين، رقم الحديث: ٦٦٥]

''عدل کرنے والے (حکام) نور کے منبروں پر ہوں گے۔ وہ جو اپنی حکومت میں، اپنے گھروں میں، اور جو کام اُن کے سپرد ہوا اس میں عدل کریں۔''

اور ربّ کریم بہترین عادل ہے اور اُس کا عدل لاریب سب سے شفاف اور سب سے صاف ہے۔ اور یوم جزا وسزا اُس کے میزان عدل میں بندوں کے اعمال تلیں گے اور کسی پر ادنیٰ سا بھی ظلم نہ ہوگا۔ عدل کرنے والوں کا عدل اور ظالموں کا ظلم سب سامنے آ جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الانبياء: ٢١/ ٤٧]

''اور قیامت کے روز ہم ٹھیک ترازو رکھ دیں گے پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا، جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا، وہ ہم سامنے لے آئیں گے اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں۔''

اس بات کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال: ٩٩/ ٧-٨]

''پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا۔''

آیئے اب تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں اور عادل حکام کے عدل کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

فاتح مصر اور عظیم سپہ سالار سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عہد فاروقی میں مصر کے گورنر ہیں۔ اُن کے صاحبزادے محمد بن عمرو بن العاص ایک قبطی باشندے سے شہسواری کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مقابلہ میں قبطی کا گھوڑا آگے بڑھ کر کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ صاحبزادہ محمد مشتعل ہو کر قبطی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''شرفاء کے بیٹے سے تو آگے بڑھ جانے کی جرأت کرتا ہے۔'' اور کوڑوں سے اس کی پٹائی کرتے ہیں۔ سیدنا عمرو بن العاص کو اپنے بیٹے کی اس حرکت کا علم ہوتا ہے تو انھیں خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ مبادا قبطی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر شکایت نہ کر دے، اُس کو قید کر دیتے ہیں، قبطی ایک مدت کے بعد کسی طرح رہا ہو کر امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور اُن سے فریاد کرتا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین نے صرف اتنا کہا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ سیدنا عمرو بن العاص اور اُن کے صاحبزادہ محمد کی طلبی ہوتی ہے اور قصاص کے لیے کھڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آواز دیتے ہیں کہ مصری کہاں ہے؟ یہ دُرّہ پکڑو اور شرفاء کے بیٹے سے انتقام لو۔ قبطی نے محمد بن عمرو بن العاص کو اتنا مارا کہ اُس کا جسم لہولہان ہوگیا۔ سیدنا انس بیان کرتے ہیں کہ ہم چاہتے تھے کہ صاحبزادے کو مارا جائے، اُس (قبطی) نے اُس وقت ہاتھ روکا جب ہم نے بھی چاہا کہ اب مارنا بند کر دیا جائے، ادھر امیر المومنین فرماتے جاتے کہ صاحبزادے کو کوڑے لگاؤ۔ پھر فرمایا: اے مصری! اپنا دُرّہ عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کی چندیا پر بھی گھماؤ کیوں کہ انھی کے اقتدار اور حکمرانی کے بل بوتے پر اُس نے تمھیں مارا تھا۔ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص خوف زدہ ہو کر کہتے ہیں امیر المومنین قصاص تو پورا ہوگیا۔ مصری بھی معذرت خواہ ہوا کہ امیر المومنین ہم نے تو اپنے مارنے والے سے بدلہ لے لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کی قسم! اگر تم انھیں مارتے تو ہم تمھیں اس وقت تک منع نہ کرتے جب تک تم خود کوڑا نہ روک لیتے۔ اُس کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ گورنر مصر، فاتح فلسطین ومصر اور پختہ کار فوجی جرنیل کو مخاطب کر کے تاریخ ساز جملہ فرمایا جو تاریخ

میں اِس سے قبل کسی حاکم اور بادشاہ کی زبان سے ادا نہ کیا گیا تھا، فرمایا:

"یَا عَمرو! مَتَی اسْتَعبدْتُم النّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ اَحْرَارًا ۔"

''اے عمرو! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے حالاں کہ اُن کی ماؤں نے انھیں آزاد جنا ہے۔''

یہ ایک تاریخ ساز جملہ ہی نہیں بلکہ انسانی حقوق کا انسانی تاریخ میں پہلا منشور ہے جس کا امیر المومنین عمر بن الخطاب نے چودہ سو برس قبل مدینہ منورہ میں اعلان فرمایا تھا۔ [نقوش تابندہ۔ ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی]

سچ تو یہ ہے ؎

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''سب سے بڑی چیز جس نے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب) کی حکومت کو مقبول عام بنا دیا اور جس کی وجہ سے اہل عرب اُن کے سخت احکام کو بھی گوارا کر لیتے تھے۔ یہ تھی کہ اُن کا عدل وانصاف ہمیشہ سے بے لاگ رہا۔ جس میں دوست دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی، ممکن تھا کہ لوگ اس بات سے ناراض ہوتے کہ وہ جرائم کی پاداش میں کسی کی عظمت وشان کا مطلق پاس نہیں کرتے۔ لیکن جب وہ لوگ یہ دیکھتے تھے کہ خاص اپنی آل واولاد اور عزیز واقارب کے ساتھ بھی اُن کا یہی برتاؤ ہے تو لوگوں کو صبر آ جاتا تھا۔ اُن کے بیٹے ابوشحمہ نے جب شراب پی تو خود اپنے ہاتھ سے اسی کوڑے مارے اور اِسی صدمہ سے وہ بیچارے قضا کر گئے۔ قدامہ بن مظعون جو اُن کے سالے اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے، جب اِسی جرم میں ماخوذ ہوئے تو علانیہ اُن کو اسی درّے لگوائے۔''

عدل تو اسی کا نام ہے جس کا قرآن اعلان کرتا ہے۔

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [النساء: ٤/ ١٣٥]

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ اُن کا خیر خواہ ہے۔ (یاد رکھو) تم خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا، اگر تم نے کج بیانی یا پہلو تہی سے کام لیا تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

انصاف کرنے میں ''اصولِ مساوات'' کو اپنانا ہی دین اسلام کی وہ خوبی ہے جو اُسے دنیا کے تمام مذاہب میں ممتاز کر دیتی ہے۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''عدالت وانصاف کا ایک بڑا لازمہ عام مساوات کا لحاظ ہے۔ یعنی دیوانِ عدالت میں شاہ وگدا، امیر وغریب، شریف ورزیل سب ہم رتبہ سمجھے جائیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا اس قدر اہتمام تھا کہ اس کے تجربہ اور اہتمام کے لیے متعدد دفعہ خود عدالت میں فریق مقدمہ بن کر گئے۔ ایک دفعہ اُن میں اور ابی بن کعب میں کچھ نزاع تھی، ابی نے زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ دائر کیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے، زید نے (امیر المومنین کی حیثیت سے) تعظیم دی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ کہہ کر ابی کے برابر بیٹھ گئے، ابی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دعویٰ سے انکار تھا۔ ابی نے قاعدے کے موافق سیدنا عمر سے قسم لینی چاہی لیکن زید نے اُن کے رتبے کا پاس کر کے ابی سے درخواست کی کہ امیر المومنین کو قسم معاف رکھو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس طرف داری پر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ زید (جج) کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہ ہوں تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔''

قارئین محترم! یہ ہے ''وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ'' اپنے نفس کے خلاف بھی کوئی بات کہنے کی ضرورت پیش آئے، تو اُس کا اظہار بھی برملا کر دو۔ انصاف تو اسی کا نام ہے۔

تجھے صاف کیوں نہ کہہ دوں جو ہے فرق مجھ میں تجھ میں
ترا درد دردِ تنہا میرا غم غم زمانہ

پاکستان کی عدلیہ:

اے پاکستان کے حکمرانو! مجھے ذرا ٹھنڈے دل سے بتاؤ کہ میرے اس وطن کو غریبوں نے اپنے خون سے سینچا تھا اور اس کے حصول کے لیے بے پناہ جانی اور مالی قربانیاں دی تھیں۔ صرف اور صرف اس لیے کہ اس خطہ زمین میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا جائے گا۔ ہر شخص کی عزت وآبرو محفوظ ہوگی، چادر اور چاردیواری کی پوری طرح حفاظت ہوگی۔ ہر امیر وغریب کے لیے یکساں تعلیم وتربیت، عدل وانصاف، علاج معالجے، روزگار اور زندگی میں پھلنے پھولنے کے مواقع میسر ہوں گے۔ مگر تم نے اپنی خواہشات اور مفادات پورا کرنے کے لیے اس گلستان کو اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ تمہاری زبانوں پر ''جمہوریت، جمہوریت'' کے نعرے بلند ہوتے ہیں مگر یہاں جمہور (عوام) پس رہے ہیں۔ ظلم وستم کا شکار ہیں، ان کے جان ومال محفوظ نہیں ہیں۔ کتنے ''نان جویں'' کے لیے ترس گئے۔ تمہارے الیکشن پر اربوں روپے برباد ہوجاتے ہیں، جانیں الگ ضائع ہوتی ہیں، کتنے گھرانے اجڑ جاتے ہیں اور آپس میں (لامتناہی) دشمنیاں قائم ہوجاتی ہیں۔ اگر تم ''اسلام کا شورائی نظام'' قائم کرو اور آپس میں الفت ومحبت سے مل بیٹھو تو یہ سارا فساد ختم ہوجائے اور ''مجلس شوریٰ'' قابل اور ذمہ دار لوگوں پر مشتمل افراد حکومت کا انتخاب کرے جو خلوص اور وفاداری سے ملک وملت کی خدمت گزار بنیں، اور ہنگامہ آرائی سے نجات پاجائیں۔

اب ربّ کریم! ہمیں فہم وبصیرت عطا فرما، آمین۔

☆☆............❀............☆☆

اللہ کے ہاں نہایت محبوب اعمال

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ: «اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا» ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ» ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ»، قَالَ: حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ ۔

[بخاری: ٥٩٧٠]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔'' پوچھا کہ پھر کون سا؟ فرمایا: ''والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔'' پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے ان کاموں کے متعلق بیان کیا اور اگر میں اسی طرح سوال کرتا رہتا تو آپ جواب دیتے رہتے۔''

تحقیق وتنقید

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا فتنہ اور اس کا دفاع

ابوالبدر مولانا ارشاد الحق اثری

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله وصحبه ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين. أما بعد!

ہر دل عزیزی اور قبولیت عوام کا فتنہ ایسا ہے کہ جس کے بارے میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا تھا: ''قبولیت عوام ہمیشہ علماء کے لیے سب سے بڑا فتنہ رہی۔'' اس فتنہ میں مبتلا ہو کر بڑے بڑے علماء ومشائخ نے ہر دور میں جادۂ حق سے گریز کی راہ اختیار کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا جوئی کے برعکس سب کو خوش کرنے کی پالیسی اپنائی اور سنت پر تمسک وتصلب کی بجائے بدعات وخرافات کی ہمنوائی کی۔ اسی راہ کے راہرو ہمارے ایک کرم فرما جناب مولانا محمد اسحاق صاحب فیصل آبادی ہیں۔ ہم ان کے علم وفضل کے معترف ہیں۔ مگر جس راستہ پر وہ چل نکلے ہیں وہ قطعاً درست نہیں۔ بالخصوص حضرات صحابہ کرام کے بارے میں ان کے افکار، جو کیسٹ اور ویڈیو پر مشتمل ان کے حلقہ احباب اور مداحین پھیلا رہے ہیں وہ بالکل اہل سنت کے نہیں بلکہ رافضیوں کے ترجمان ہیں۔ بالخصوص حضرت عثمان، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کی گفتگو انتہائی لچر اور غلیظ ہے۔ حد یہ کہ اس حوالے سے صحیح احادیث سے انکار اور ان کے ساتھ استہزاء سے بھی انھوں نے اجتناب نہیں کیا۔ ان کے جہاد کو بھی انھوں نے جہاد نہیں، فساد اور دنیا داری سے تعبیر کیا۔ بلکہ بنوامیہ کے دور میں ہونے والی فتوحات کو جرم اور لٹیرا پن قرار دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يا عثمان انه لعل الله يقمصك قميصاً فان ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم۔"

''اے عثمان! شائد اللہ تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائیں گے اگر لوگ تم سے وہ قمیص اتروانا چاہیں تو ان کے لیے وہ قمیص نہ اتارنا۔''

یہ حدیث حسب ذیل کتب احادیث میں پائی جاتی ہے۔ جامع ترمذی: ۳۷۰۵، ابن ماجہ، رقم: ۱۱۲، ابن ابی شیبہ: ج:۱۲، ص:۴۸۔ ج:۱۵، ص:۲۰۱، مسند امام احمد، ج:۶، ص:۷۵، ۸۶، ۱۱۴، ۱۴۹، صحیح ابن حبان، رقم: ۶۸۷۶، موارد الظمأن: ۲۱۹۶، المستدرک للحاکم، ج:۳، ص: ۹۹، ۱۰۰، الطبرانی فی الاوسط، رقم: ۲۸۵۴، السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۶، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، فضائل الصحابہ لاحمد، ج:۱، ص:۶۱۳، تاریخ المدینہ لعمر بن شیبہ، ج:۳، ص:۱۰۶۹، مسند الشامیین، رقم: ۱۲۳۴، ۱۹۳۴، السنۃ الخلال، رقم: ۴۱۸۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن، امام ابن حبان نے صحیح، امام حاکم نے صحیح الاسناد اور علامہ ہیثمی نے حسن کہا ہے۔ جب کہ علامہ البانی نے اسے امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ ظلال الجنۃ، ج:۲، ص:۵۵۹۔ نیز اسے صحیح موارد الظمان، رقم: ۱۸۴۲، صحیح ترمذی: ۲۹۲۶ اور صحیح ابن ماجہ میں لاکر اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس روایت کے بعض طرق میں یہ تفصیل بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے، حضرت نعمان بن بشیر جو انصاری خزرجی صحابی ہیں، نے جب یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تو فرمایا: اے ام المومنین! جب یہ نزاع چل رہی تھی تب یہ روایت آپ کو یاد نہ آئی اور لوگوں کو کیوں نہ بتلائی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "نسيته والله" اللہ کی قسم! ان دنوں میں یہ روایت بھول گئی تھی۔ یہ الفاظ بھی مسند امام احمد، کتاب السنہ لابن ابی عاصم، ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ اس روایت کے بارے میں خیر سے مولانا اسحاق صاحب سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا: ''یہ سب راویوں کی

بناوٹی باتیں ہیں۔''

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ روایت تنہا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی نہیں۔ بلکہ ابوسہلہ مولی عثمان براہِ راست حضرت عثمان سے بھی روایت کرتے ہیں کہ جن ایام میں حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ تھا تو انہیں کہا گیا کہ آپ باہر نکل کر ان کے خلاف قتال کیوں نہیں کرتے تو انھوں نے فرمایا:

" ان رسول اللّٰـه صلى الله عليه وسلم عهد إلّي عهداً وانا صابر عليه ـ"

''کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا اور میں اس پر صبر کرتا ہوں۔''

اس عہد سے مراد بھی یہی قمیص خلافت کو نہ اتارنے کا عہد تھا۔ اور یہ روایت کتاب السنہ لابن ابی عاصم، رقم: ۱۱۷۵، مسند امام احمد، ج:۱، ص:۵۸، ۶۹، ابن ماجہ، رقم: ۱۱۳، اور ابن سعد، ج:۳، ص:۶۶، میں صحیح سند سے منقول ہے۔ علامہ البانی نے فرمایا ہے:

اسناده صحيح ـ [ظلال الجنة، ج:۲، ص: ٥٦٠]

لہٰذا اس روایت کا انکار اور استہزا کوئی اہل حدیث واہل سنت تو نہیں کرسکتا۔ البتہ یہ استہزائی انداز کسی رافضی سے کوئی بعید نہیں۔

مزید برآں اس روایت کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں:

" ان كسـاك الله ثوبا فأراد المنافقون ان تخلعه فلا تخلعه ـ"

''کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں لباسِ خلافت عطا فرمائیں اور منافق اسے تم سے اتروانا چاہیں تو اس لباس کو نہ اتارنا۔''

یہ الفاظ مسند امام احمد، ج:۱، ص:۷۵، ۸۶، ۸۷، رقم: ۲۴۴۶۶، ۲۴۵۶۶، السنۃ لابن ابی عاصم، رقم: ۱۱۷۸، ج:۲، ص:۵۶۱، فضائل الصحابۃ للامام احمد، رقم: ۸۱۶، ج:۱، ص:۶۱۳، مسند الشامیین، رقم: ۱۲۳۴، تاریخ المدینۃ، ج:۳، ص:۱۰۶۷، ۱۰۶۹، مستدرک، ج:۳، ص:۱۰۰، ابن ماجہ میں مختلف اسانید سے مروی ہیں۔ جن میں سے بعض اسانید صحیح اور جید ہیں۔ ان الفاظ سے یہ بات بھی عیاں ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف حضرت عثمان کو لباس خلافت کے اتارنے سے منع فرمایا بلکہ ان کے خلاف یہ اقدام کرنے والوں کی مذمت فرمائی اور انھیں منافق قرار دیا۔

لیکن محترم مولانا محمد اسحاق صاحب تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف یورش کرنے والوں کو جلیل القدر انصار صحابی قرار دیتے ہیں۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

''تم فسادی کہتے ہو، ان سے بڑا ولی کوئی ہوا ہے؟ یہ صاحب کرامت لوگ تھے، انصاری صحابی نے دروازہ کھولا کہ کام نہیں بنتا تو ادھر سے آؤ۔ محاصرہ کرنے والے بیعت رضوان والے تھے۔ انصار قبرستان کے آگے کھڑے ہوگئے کہ یہاں دفن کیا تو نکال باہر پھینک دیں گے۔ وہ شہادت جس پر صحابہ ناراض ہوں وہ شہادت ہے؟''

حالاں کہ امر واقع یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کوئی جلیل القدر صحابی تو کجا صغار صحابہ میں سے بھی کسی کا بالفعل اس میں ملوث ہونا ثابت نہیں۔ حضرت حسن بصری، جو اس سانحہ کے وقت مدینہ طیبہ میں تھے، سے پوچھا گیا کہ

" أكـان فيـمـن قتـل عثـمـان احد من المهاجرين والانصار؟ قال له كانوا أعلاجاً من اهل مصر ـ"

''کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں مہاجرین اور انصار میں کوئی فرد شامل تھا؟ انھوں نے فرمایا نہیں، وہ مصر کے اکھڑ مزاج نوجوان تھے۔'' [تاریخ خلیفہ، ص:۱۷۶]

حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو بلوائی گھر میں داخل ہوئے "ليس فيهـم احد من الصحابة ولا ابناء هم الا محمد بن ابى بكر" [البدايه، ج:۷، ص: ۱۸۵]

ان میں کوئی بھی صحابی نہیں تھا اور سوائے محمد بن ابی بکر کے کسی صحابی کی اولاد میں سے بھی کوئی نہیں تھا۔ یہی بات امام نووی نے شرح مسلم، ج:۲، ص:۲۷۲ میں کہی ہے۔

کسی صحابی کا شریک ہونا تو کجا کسی صحابی سے اس کی تحسین اور تائید بھی ثابت نہیں۔ حافظ ابن کثیر نے صاف صاف لکھا ہے:

" وأمـا مـا يـذكـره بـعـض النـاس من أن بعض

الصحابة أسلمه ورضى بقتله، فهذا لا يصح عن احد من الصحابة أنه رضى بقتل عثمان رضى الله عنه، بل كلهم كرهه ومقته وسب من فعله ۔" الخ

''بعض لوگ جو یہ ذکر کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے حضرت عثمان کے قتل کو تسلیم کیا اوران کے قتل میں وہ راضی تھے تو کسی ایک صحابی سے بھی صحیح طور پر ثابت نہیں کہ وہ ان کے قتل پر راضی ہوا ہو۔ بلکہ سب صحابہ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس کی مذمت کی اور یہ اقدام کرنے والوں کو ملعون قرار دیا۔'' [البدایہ، ج:۷،ص:۱۹۸]

یہی بات علامہ صلاح الدین خلیل العلائی نے "تحقیق منیف الرتبة لمن ثبت له شريف الصحبة، ص: ۸۸،٦٥" میں کہی ہے۔ ''منہاج الکرامۃ'' کے رافضی مصنف ابن المطہر الحلی نے کہا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور جب ان کے قتل کی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملی تو انھوں نے خوشی کا اظہار کیا۔مگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اين النقل الثابت عن عائشة بذلك ـ"

حضرت عائشہ سے یہ کہاں ثابت ہے؟ فرماتے ہیں: ان سے تو یہ منقول ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر انکار کیا، اس کی مذمت کی۔ [منهاج السنه، ج:۲، ص:۱۸۸]

علامہ ابن امیر الحاج نے علامہ السبکی سے نقل کیا ہے کہ

" حمى الله الصحابة من مباشرة قتله، فالمتولى قتله كان شيطاناً مريداً، ثم لا نحفظ عن احد منهم الرضا بقتله، إنما المحفوظ الثابت عن كل منهم انكار ذلك ـ" [التقرير والتحبير، ج:۲، ص:۲٦۰]

''اللہ تعالیٰ نے براہِ راست صحابہ کرام کو ان کے قتل سے محفوظ رکھا۔ ان کو شہید کرنے والا سرکش شیطان تھا۔ کسی صحابی سے ان کے قتل پر رضا مندی ثابت نہیں۔ بلکہ محفوظ سند سے ان میں سے ہر ایک صحابی سے اس پر انکار ثابت ہے۔''

بلکہ دکتور محمد بن عبداللہ الصبحی نے تو کہا ہے کہ اس فتنہ میں کسی صحابی کا شامل ہونا صحیح سند سے ثابت نہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

" انه لم يشترك فى التحريض على عثمان رضى الله عنه فضلاً عن قتله احد من الصحابة رضى الله عنهم، وان كل ما روى فى ذلك ضعيف الاسناد ـ" [فتنه قتل عثمان بن عفان، ج:۱، ص:۲۸۹]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف برانگیختہ کرنے میں کوئی صحابی شریک نہیں ہوا چہ جائیکہ کوئی ان کے قتل میں شریک ہوا ہو اور جو اس بارے میں صحابہ کی شراکت بیان کی جاتی ہے ان کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔''

دکتور محمد بن عبداللہ الصحبی کی یہ کتاب اس حوالے سے تمام مرویات کے دراسہ پر مشتمل ہے۔ جو الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔ اسی کتاب کے مقدمہ میں بھی انھوں نے لکھا ہے:

" مما أظهر لى ان هذه الفتنة لا تعد مما شجر بين الصحابة رضى الله عنهم وأرضاهم، إنما هى مما شجر بين الصحابة واناس ليسوا من الصحابة، كما اوضحت موقف الصحابة الحقيقى تجاه عثمان رضى الله عنه وقتله، وان احدا من الصحابة لم يشترك فى التحريض عليه، فضلاً عن قتله ولم يخرج احد من الصحابة عليه ـ"

''جو چیز میرے لیے ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ فتنہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار نہ کیا جائے بلکہ یہ اختلاف صحابہ اور ان لوگوں کے مابین ہوا جو صحابہ نہیں تھے۔ جیسا کہ میں نے صحابہ کرام کے حقیقی موقف کی وضاحت کی ہے جو انھوں نے حضرت عثمان کے سامنے اور ان کی شہادت پر اظہار کیا ہے۔ اور کوئی صحابی بھی ان کے خلاف رغبت دلانے میں شریک نہیں چہ جائیکہ ان کے قتل میں شریک ہوا اور کسی صحابی نے ان کے خلاف خروج نہیں کیا۔'' [ایضاً، ج:۱،ص:۱۴]

لہٰذا تاریخ کی کتابوں میں جو بعض جلیل القدر صحابہ کرام کی اس فتنہ میں شمولیت کا ذکر ہے وہ تمام ضعیف اور ناقابل اعتماد اسانید پر مبنی

ہے۔ بالفرض بعض صحابہ اگر فتنہ پردازوں کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے تو یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف رأس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی سے بعض مخلص صحابہ کرام بھی متاثر ہوگئے تھے۔ بالکل اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ پردازوں کی سازش سے بالفرض بعض صحابہ متاثر ہوئے ہوں لیکن ان کے قتل میں قطعاً کوئی صحابی شریک نہ تھا۔ محمد بن ابی بکر کے بارے میں مشہور ہے کہ حملہ آوروں میں وہ بھی شریک تھے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استفسار پر خود انھوں نے فرمایا:

" واللّٰہ ما قتلته ولا امسكته ۔" [تاريخ الاسلام للذهبي، ج:١، ص:٤٦٠ وغيره]

''اللہ کی قسم! میں نے نہ انھیں قتل کیا ہے نہ ہی پکڑا ہے۔''

حافظ ابن کثیر نے بھی لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی تو وہ شرمندہ ہوکر منہ ڈھانپ کر پیچھے ہٹ گئے۔

[البداية، ج:٧، ص:١٨٥]

کنانہ مولیٰ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی فرمایا ہے:

" معاذ اللّٰہ ان يكون قتله انما دخل عليه ۔"

[الاستيعاب، ج:٣، ص:١٦٠۔ تاريخ خليفه بن خياط، ص:١٧٤]

''کہ اللہ کی پناہ محمد بن ابی بکر نے عثمان کو قتل کیا ہو وہ ان کے گھر داخل ہوئے تھے حضرت عثمان نے ان سے بات کی تو وہ گھر سے نکل گئے۔''

بعض غیر معروف راویوں نے اس میں بھی بڑی رنگ آمیزی کی مگر یہاں اس کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ اکابر صحابہ اور انصار اس میں شامل تھے قطعاً درست نہیں۔ بلکہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تقریباً سات سو مہاجرین وانصار صحابہ کرام تھے۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنی مدافعت میں لڑنے سے روک دیا۔ [البدايه، ج:٧، ص:١٨١، ١٨٨]

انھی میں حضرت عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، حسن بن علی، حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر، مغیرہ بن شعبہ، حارثہ بن نعمان، کعب بن مالک، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم جیسے جلیل القدر صحابہ کا ذکر نام بنام کتب تاریخ میں موجود ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے روکنے کے باوجود حضرت زیاد بن نعیم فہری اور مغیرہ بن الاخنس اور کچھ دیگر حضرات فتنہ پردازوں سے مڈھ بھیڑ میں شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسن وغیرہ شدید زخمی ہوگئے۔ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سواری پر آئیں تو اشتر نخعی نے ان کی سواری کو مارا اور وہ گرتے گرتے بچیں اور فرمایا مجھے واپس لے چلو اس کتے کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہ کرو۔

[ابن سعد، ج:۸، ص:۱۲۸۔ التاریخ الکبیر للامام البخاری، ج:۷، ص:۲۲۷ وغیرہ]

حضرت عثمان کے قاتلوں کے مؤرخین نے مختلف نام ذکر کیے ہیں مگر ان میں صحیح روایات کے مطابق سیاہ رنگ کا مصری شخص تھا جس نے انھیں قتل کیا۔ " انه رجل اسود من اهل مصر ۔"

دکتور محمد بن عبداللہ الصحبی حفظہ اللہ نے بھی اس کی تصویب کی ہے اور باقی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [فتنہ مقتل عثمان، ج:۱، ص:۲۵۱، ۲۵۵]

ان فتنہ پردازوں نے حضرت عثمان کو شہید ہی نہیں کیا ان کے گھر کا مال ومتاع بھی لوٹ کر لے گئے بلکہ حضرت ابوہریرہ کے اور دوسرے گھروں میں بھی غارت گری کی۔ [المنتظم، ج:۵، ص:۵۹ وغیرہ]

جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ کرام تو حضرت عثمان کے ہمنوا تھے اس لیے یہ تاثر سراسر غلط ہے کہ قاتلین عثمان فسادی نہیں بڑے ولی تھے اور صحابہ کرام ان کے ہم رکاب تھے۔

اسی طرح یہ کہنا بھی بالکل باطل ہے کہ ''انصار صحابہ قبرستان کے آگے کھڑے ہوگئے اور کہا کہ یہاں دفن کیا تو باہر پھینک دیں گے۔'' امام طبری نے اس قسم کی باتیں واقدی جیسے ضعیف بلکہ متروک سے نقل کی ہیں۔ [تاريخ طبری، ج:٥، ص:١٤٣، ١٤٤] بلکہ یہ جسارت کرنے والے بھی بدنصیب فتنہ پرداز ہی تھے۔ چناں چہ حافظ ابن کثیر کا تبصرہ یوں ہے:

" وقد عارضه بعض الخوارج وارادوا رجمه والقاءه عن سريره، وعزموا على ان يدفن بمقبرة اليهود بدير سلع حتى بعث على رضى الله عنه اليهم من نهاهم عن ذلك ۔" [البدايه، ج:٧، ص:١٩١]

''اور بعض خوارج، یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج

کرنے والے، آڑے آئے، ان کے جنازہ پر سنگ باری کرنا چاہی اور چارپائی سے جنازہ نیچے گرانے کی کوشش کی اور کہا کہ انھیں یہود کے مقبرہ میں سلع کے کنویں کے پاس دفن کیا جائے، تا آنکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بھیجا اور اس نے انھیں (بیہودگی) سے روکا۔"

علامہ ابن اثیر نے بھی لکھا ہے:

"فلما سمع من قصده بذلك قعدوا له فى الطريق بالحجارة ـ" [الکامل، ج:۳، ص:۱۸۰]

"جب (ان کے دفن کا) سنا تو جنھوں نے ان کی مخالفت کی تھی وہ راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے۔"

اس لیے اس بیہودگی کا ارتکاب بھی انہی مفسدین نے کیا تھا۔ انصار صحابہ کرام میں سے کوئی اس میں ملوث نہ تھا۔ متقدمین کی وضاحت کے علی الرغم انھیں انصار صحابہ قرار دینا تجاہل عارفانہ ہے یا پھر یہ حضرت عثمان سے بغض وعداوت پر مبنی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ علامہ ابن عبدالبر کے حوالے سے حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن ہونے سے روکنے والوں میں ایک اسلم بن بجرہ انصاری تھے۔ [الاصابۃ، ج:۱،ص:۳۶]

اولاً: عرض ہے کہ حافظ ابن عبدالبر نے کس سند سے اسلم بن بجرہ کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ وہ حضرت عثمان کو بقیع میں دفن کرنے سے روکتے تھے؟ البتہ امام ابن جریر نے تاریخ [ج:۵،ص:۱۴۴] میں ان کا اور ابوحیۃ مازنی کا نام واقدی کی سند سے ہی ذکر کیا ہے۔ اور وہ ضعیف بلکہ متروک ہے۔

ثانیاً: حافظ ابن عبدالبر نے تو کہا ہے "فی صحبتہ نظر" اس کا صحابی ہونا محل نظر ہے۔ [الاصابہ، ج:۱،ص:۳۶، الاستیعاب، ج:۱،ص:۱۷۹]

اور اس کی وضاحت بھی انھوں نے کر دی کہ جس روایت سے اس کا صحابی ہونا ثابت ہوتا ہے "اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ اس کا مدار اسحاق بن ابی فروۃ پر ہے۔" اور وہ متروک ہے۔ ثبوت صحبت کے لیے حافظ ابن حجر نے طبرانی صغیر [ج:۱، ص:۶۶] سے بھی ایک روایت ذکر کی ہے مگر اس کی سند بھی درست نہیں کیوں کہ سند میں عبداللہ بن عمر الفہری اس کا استاد محمد بن ابراہیم، اس کا استاد یعنی محمد کا باپ ابراہیم بن محمد کا کہیں ترجمہ نہیں ملتا ہے۔ علامہ ہیثمی نے اسے مجمع الزوائد [ج:۶، ص:۱۴۱] میں ذکر کیا اور فرمایا: "فیه جماعة لم اعرفهم" اس میں ایک جماعت ہے جنھیں میں نہیں جانتا۔ اس لیے اسلم بن بجرہ کا تو قابل اعتبار سند سے صحابی ہونا ہی محل نظر ہے جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا ہے۔ لہٰذا انصار صحابہ میں ذکر کر کے حضرت عثمان کے دفن میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں میں سے شمار کرنے کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے؟

حافظ ابن حجر نے مزید عمر بن شبہ کی تاریخ المدینہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ مخلد بن خفاف نے حضرت عروہ سے نقل کیا ہے کہ اسلم ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن ہونے سے منع کیا۔ [ایضاً الاصابہ]

مگر تاریخ المدینہ کے مطبوعہ نسخہ میں ہمیں یہ قول نہیں ملا۔ اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کی پوری سند بیان نہیں کی۔

ثانیاً: مخلد بن خفاف کو تو خود انھوں نے تقریب، ص:۳۳۱ میں مقبول کہا ہے اور انھوں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ مقبول تب ہے جب اس کی متابعت ہو ورنہ وہ کمزور ہوتا ہے۔ [مقدمہ التقریب]

اس لیے سند ناتمام ہونے کے باوجود یہ درست نہیں اور اسلم کا صحابی ہونا ہی کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے حضرت جبلہ رضی اللہ عنہ بن عمرو انصاری کے بارے میں عمر بن شبہ کے حوالے سے لکھا ہے وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن ہونے سے روکتے تھے۔ [الاصابہ، ج:۱، ص:۲۳۳]

مگر افسوس کہ اسے بھی انھوں نے بغیر سند ہی ذکر کیا ہے۔ اس لیے جب تک کسی قابل سند سے اس کا ثبوت نہ ہو، تب تک انھیں اس میں ملوث کرنا درست نہیں۔ محض کسی کا نقل کر دینا ثبوت کے لیے کافی نہیں۔ امام ابن جریر نے واقدی کی سند سے حضرت جبلہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان کے ساتھ سب سے پہلے اعتراض کرنے والوں میں نام لیا ہے۔ اور امام ابن اثیر نے بھی اسے "قیل" سے حکایت کیا ہے۔ [الکامل، ج:۳،ص:۱۶۸]

مگر بقیع میں دفن کے حوالے سے انھوں نے بھی کوئی بات ذکر نہیں کی۔ **[جاری ہے]**

غیر اسلامی رسوم ورواج اوران کی تباہ کاریاں

نعیمہ صدیقہ بنت عبدالحمید ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ

ماہ ودنوں کے نام اور مسلم دنیا:

آج کے مسلمان کو (سوائے اس کے جسے اسلام سے محبت ہے) اسلامی ناموں کا تو سرے سے پتا ہی نہیں، ہاں انگریزی اور ہندی نام رٹے ہوئے ہیں، اور تعلیمی اداروں میں باقاعدہ رٹائے جاتے ہیں آیئے ان کی بھی حقیقت جان لیں جو کہ کچھ یوں ہے:

جنوری: رومن دیوتا جینس کی یاد دلاتا ہے۔

فروری: فیبروآ کی یاد میں

مارچ: رومنوں کے جنگ کے دیوتا کی یاد میں

اپریل: اپی رائز کی یاد میں

مئی: رومنوں کی نشو ونما کی دیوی میئیا کی یاد میں

جون: جونو دیوی کی یاد میں

جولائی: روم کے بادشاہ جولیس سیزر کی یاد میں

اگست: اگسٹس سیزر کی یاد میں

ستمبر: لاطینی لفظ سپٹم سے مشتق ہے اس کے معنی سات یا ساتویں کے ہیں۔

اکتوبر: لاطینی لفظ آکٹو سے ہے۔ اس کے معنی آٹھ یا آٹھواں کے ہیں۔

نومبر: لاطینی لفظ نووم سے بمعنی نو یا نواں

دسمبر: لاطینی لفظ دسم سے بمعنی دس یا دسواں

اسی طرح ہفتہ کے دنوں کے نام بھی دیوی دیوتاؤں کے نام پر ہیں۔

اتوار (Sunday): سورج دیوتا کا دن

سوموار (Monday): چاند دیوتا کا دن

منگل (Tuesday): مریخ کے دیوتا کا نام

بدھ (Wednesday): عطارد کے دیوتا کا نام

جمعرات (Thursday): گرج یا رعد کا دیوتا

جمعہ (Friday): زہرہ سیارہ کی دیوی کا نام

ہفتہ (Saturday): زحل کے دیوتا کا نام

[بحوالہ الشمس والقمر بحسبان، از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی]

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سال وماہ کا آغاز کیا تو محرم سے کیا۔ دنوں کا حساب لگایا تو جمعۃ المبارک سے لگایا۔ دنوں کے نام رکھے تو یوم الجمعۃ، یوم السبت، یوم الاحد، یوم الاثنین، یوم الثلثاء، یوم الاربعاء، یوم الخمیس رکھے۔

آج مسلمان اللہ ورسول ﷺ والے نام چھوڑ کر انگریزوں کے ناموں پر چل دوڑے اسی لیے تو سال پہ سال گزر جاتے ہیں، مہینوں کے مہینے بیت جاتے ہیں، دنوں پہ دن گزر جاتے ہیں ...... لیکن ہمارے کرتوت، ہمارے رسم ورواج، ہمارے صبح وشام، ہماری نافرمانیاں، ہماری بے سکونیاں ...... ویسی کی ویسی رہتی ہیں ...... ہمیں ابھی پلٹنا ہوگا ورنہ

ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اپریل فول:

جب عیسائی افواج نے اسپین کو فتح کیا، تو اس وقت اسپین کی زمین پر مسلمانوں کا اتنا خون بہایا گیا کہ فاتح فوج کے گھوڑے جب گلیوں سے گزرتے تھے، تو ان کی ٹانگیں گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون

میں ڈوبی ہوتی تھیں۔ جب قابض افواج کو یقین ہوگیا کہ اب اسپین میں کوئی بھی مسلمان زندہ نہیں بچا ہے تو انھوں نے گرفتار مسلمان فرمان روا کو یہ موقع دیا کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ واپس مراکش چلا جائے، جہاں سے اس کے آباؤ اجداد آئے تھے۔ قابض فوج غرناطہ سے کوئی بیس کلومیٹر دور ایک پہاڑی پر اسے چھوڑ کر واپس چلی گئی۔

جب عیسائی افواج مسلمان حکم رانوں کو اپنے ملک سے نکال چکیں تو پھر حکومتی جاسوس گلی گلی گھومتے رہے کہ کوئی مسلمان نظر آئے تو اسے شہید کر دیا جائے، جو مسلمان زندہ بچ گئے وہ اپنے علاقے چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں جا بسے، اور وہاں جا کر اپنے گلوں میں صلیبیں ڈال لیں اور عیسائی نام رکھ لیے۔ اب بظاہر اسپین میں کوئی بھی مسلمان نظر نہیں آ رہا تھا، مگر اب بھی عیسائیوں کو یقین تھا کہ سارے مسلمان قتل نہیں ہوئے کچھ چھپ کر اور اپنی شناخت چھپا کر زندہ ہیں۔ اب مسلمانوں کو باہر نکالنے کی تراکیب سوچی جانے لگیں اور پھر ایک منصوبہ بنایا گیا۔

پورے ملک میں اعلان ہوا کہ یکم اپریل کو تمام مسلمان غرناطہ میں اکٹھے ہو جائیں، تاکہ انھیں ان ممالک میں بھیج دیا جائے جہاں وہ جانا چاہیں۔ اب چوں کہ ملک میں امن قائم ہو چکا تھا، اور مسلمانوں کو خود ظاہر ہونے میں کوئی خوف محسوس نہ ہوا۔ مارچ کے پورے مہینے اعلانات ہوتے رہے۔ الحمراء کے نزدیک بڑے بڑے میدانوں میں خیمے نصب کر دیئے گئے، جہاز آ کر بندرگاہ پر لنگر انداز ہوتے رہے، مسلمانوں کو ہر طریقے سے یقین دلایا گیا تھا کہ انھیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جب مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ اب ہمارے ساتھ کچھ نہیں ہوگا تو وہ سب غرناطہ میں اکٹھے ہونا شروع ہوئے۔ اس طرح حکومت نے تمام مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر لیا اور ان کی بڑی خاطر مدارات کی۔

یہ کوئی پانچ سو برس پہلے کی یکم اپریل کا دن تھا، جب تمام مسلمانوں کو بحری جہاز میں بٹھایا گیا۔ مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑتے ہوئے بڑی تکلیف ہو رہی تھی مگر اطمینان تھا کہ چلو جان بچ گئی۔ دوسری جانب عیسائی حکم ران اپنے محلوں میں جشن منانے لگے۔ جرنیلوں نے مسلمانوں کو الوداع کیا اور جہاز وہاں سے چل دیئے۔ ان مسلمانوں میں بوڑھے، جوان، خواتین، بچے اور کئی مریض بھی تھے۔ جب جہاز سمندر کے عین وسط میں پہنچے، تو منصوبہ بندی کے تحت انھیں گہرے پانی میں ڈبو دیا گیا، اور یوں وہ تمام مسلمان سمندر میں ابدی نیند سو گئے۔

اس کے بعد اسپین بھر میں جشن منایا گیا کہ ہم نے کس طرح اپنے دشمنوں کو بے وقوف بنایا۔ پھر یہ دن اسپین کی سرحدوں سے نکل کر پورے یورپ میں فتح کا عظیم دن بن گیا۔ اور اسے انگریزی میں First April Fool کا نام دیا گیا یعنی ''یکم اپریل کے بے وقوف'' آج بھی عیسائی دنیا اس دن کی یاد بڑے اہتمام سے مناتی ہے اور لوگوں کو جھوٹ بول کر بے وقوف بنایا جاتا ہے۔

April fool کے بارے مختلف روایات مشہور ہیں جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

① ...... اپریل لاطینی زبان کے لفظ اپریلس Aprilis یا اپرائر Aprire سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے پھولوں کا کھلنا، کونپلیں پھوٹنا، قدیم رومی قوم موسم بہار کی آمد پر شراب کے دیوتا کی پرستش کرتی اور اسے خوش کرنے کے لیے لوگ شراب پی کر اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ جھوٹ رفتہ رفتہ اپریل فول کا ایک اہم حصہ بلکہ غالب حصہ بن گیا۔

② ...... انسائیکلو پیڈیا انٹرنیشنل کے مطابق مغربی ممالک میں یکم اپریل کو عملی مذاق کا دن قرار دیا جاتا ہے۔ اس دن ہر طرح کی نازیبا حرکات کی چھوٹ ہوتی ہے، اور جھوٹے مذاق کا سہارا لے کر لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔

افسوس صد افسوس! یہ فضول اور فول رسم مسلم معاشرے کا ایک اور لازم حصہ بن چکی ہے، اور مسلمان اپنے ہی مسلمان بہن بھائیوں کی تباہی و بربادی پر خوشی کا دن مناتے ہیں۔ اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو Fool بنا بنا کر ان کو مصیبت و پریشانی میں ڈالتے ہیں۔

اسی قسم کی ایک رسم جھوٹے لطیفوں کی بھی ہے۔ لوگ لطیفے سننے

سنانے میں عار محسوس نہیں کرتے بلکہ خوشی سے لوٹ پوٹ ہوتے ہیں اور مقابلے میں ایک دوسرے کو جھوٹے لطیفے سناتے ہیں۔

حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" وَيۡلٌ لِّلَّذِیۡ یُحَدِّثُ بِالۡحَدِیۡثِ لِیُضۡحِكَ بِهِ الۡقَوۡمَ فَیَكۡذِبُ وَیۡلٌ لَّهٗ وَیۡلٌ لَّهٗ ۔" [سنن ابی داؤد]

''بربادی ہے اس شخص کے لیے جو بات کرتا ہے، ایسی بات کہ جس کے ساتھ وہ لوگوں کو ہنساتا ہے پس وہ جھوٹ بولتا ہے۔اس کے لیے بربادی ہے، اس کے لیے بربادی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا: دو فرشتے میرے پاس آئے۔ان فرشتوں نے کہا: جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے۔وہ دنیا میں بہت جھوٹ بولنے والا تھا، جو جھوٹ بات کہہ دیتا، سارے ملک میں پھیل جاتی، قیامت تک اس کو یہی سزا ملتی رہے گی۔'' [صحیح بخاری]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔اور مہاجر وہ ہے جو ہر اس چیز سے رک جائے، جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔'' [صحیح بخاری]

اس رسم بد سے درج ذیل نقصان اور تباہیاں ہیں:

- ......دشمنوں کی خوشی میں شرکت کرنا
- ......نفاق میں ڈوب جانا
- ......جھوٹ بولنا اور ہلاکت پانا
- ......اللہ کی ناراضگی پانا
- ......مسلمان بہن بھائیوں کی تباہی و بربادی کی خوشی منانا
- ......مسلمان بہن بھائیوں کو مشکل و مصیبت میں ڈالنا
- ......دنیا و آخرت میں خسارہ ہی خسارہ تباہی ہی تباہی ہے۔

کارڈز اور اسلامی تہذیب:

غیر اسلامی رسوم کو فروغ دینے کے لیے جہاں میڈیا نے اہم کردار ادا کیا وہاں کارڈز نے بھی اپنا کام کر دکھایا۔اب تو کرسمس کارڈ، عقیقہ کارڈ، برتھ ڈے کارڈ، شادی کارڈ، منگنی و مہندی کارڈ، ختم قرآن کارڈ، ویلن ٹائن ڈے کارڈ، ہیپی نیو ایئر کارڈ اور عید کارڈ......ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ڈیتھ کارڈ بھی نہ ایجاد ہو جائیں۔

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ آتا ہے تو اس بے چارے کو بھی نہیں بخشا جاتا، اس میں بے شمار رسوماتِ بد کی جاتی ہیں، جن میں دیگر رسومات کے علاوہ جشن چاند رات، میوزیکل شوز، پکنک پلان، عید الاضحیٰ اسپیشل اور عید الفطر اسپیشل کے نام سے بے ہودہ و عریاں فلموں کی نمائش......اور ان کے ساتھ ساتھ عید کارڈز۔

شروع شروع میں تو یہ پاکیزہ ناموں، دعائیہ کلمات اور مقدس مقامات کی تصاویر سے مزین ہوتے تھے۔لیکن آہستہ آہستہ ان میں فحش کلمات اور بازاری جملوں کا استعمال بڑھا دیا گیا اور عریاں و فحش تصاویر و عکس سے مزین کیے جاتے ہیں۔ اور یہ عید کارڈز مسلم معاشرے سے رہی سہی حیا اور غیرت نکالنے کا کام کر رہے ہیں۔اور دشمن سجنوں اور اپنوں کے روپ میں یہ گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں اور ان کے ساتھی دن رات ان کے کام کو مسلمانوں میں عام کرنے کی کوشش میں دکھائی دیتے ہیں۔

ایک طرف تو رمضان کی برکتیں اور رحمتیں برس رہی ہوتی ہیں تو دوسری طرف عید کارڈز کی دکانوں اور اسٹالوں پر ڈیک لگے گانوں اور قوالیوں کا شور شرابہ ہو رہا ہوتا ہے......ایک طرف تو لوگ رمضان گزر جانے پر اپنی کمی کوتاہیوں کی معافی مانگ رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف عریاں و فحش و بے حیا کارڈز کی خرید و فروخت عروج پر ہوتی ہے...... ایک طرف فرشتے لوگوں کے اعمال، قیام، صیام، رکوع، سجود، تلاوتیں، صدقہ وخیرات جمع کر کے جا رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف بازاروں میں مرد و زن کا بری طرح کا ہنگامہ و شور شرابہ بپا ہوتا ہے۔انہی دشمنوں کے ساتھیوں کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ؎

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

کتنے دکھ کی بات ہے کہ کل کے مسلمان تقبل اللّٰہ منا ومنک کہہ کر عید کی مبارک دیتے تھے۔ آج کے مسلمان عید کارڈز کے ذریعے سے عید کی مبارک باد دیتے ہیں۔ اور پھر ان عید کارڈز کے ذریعے سے بے حیائی کا عنصر، مال کا ضیاع، وقت کی بربادی، اسلامی روح کے منافی سوچ، جنسی بے راہ روی کا پہلو، غیروں کی مشابہت، غیر مقصدیت اور مذہبی تہواروں کے تقدس کی پامالی کی جارہی ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ دشمن ہمیں کن کن کاموں میں الجھا کر اپنے اصل مقصد سے غافل کرنا چاہتا ہے۔ عید کارڈ کا اجراء انگریزوں کی طرف سے ہوا، جس کی ایک جھلک درج ذیل مشہور واقعہ سے ہوتی ہے۔

''مجھے اعتراف ہے کہ ایک دور تھا جب میں کسی مجبور کے تحت حکومت برطانیا کا آلہ کار تھا۔ میں برصغیر میں انگریزوں کے مفادات کے لیے مختلف امور سرانجام دیتا تھا۔ جس کے عوض مجھے معاشی سہولتوں کے علاوہ بہت سی مراعات بھی حاصل تھیں، جیسے ہی پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی مجھے محکمہ داخلہ کے انگریز سیکرٹری نے عید کارڈز دکھائے جو کہ بطور خاص برصغیر کے لیے انگلینڈ سے طبع ہو کر آئے تھے۔ ان پر خانہ کعبہ، مسجد نبوی ﷺ، کلمہ طیبہ اور براق وغیرہ کی خوب صورت رنگین تصویریں تھیں۔ مجھے کہا گیا کہ یہ تمام کارڈز مفت دیئے جائیں گے لیکن مجھے یہ فی کارڈ ایک دھیلے میں فروخت کرنا ہوگا۔ بعد از فروخت حکومت برطانیا مجھے ہر فروخت شدہ کارڈ کے عوض ایک ٹکا (دو پیسے) دے گی، بشرطیکہ میں پانچ ہزار عید کارڈز فروخت کروں۔ مزید برآں مجھے سختی سے تنبیہ کی گئی کہ کسی کو بھی کوئی عید کارڈز بلا قیمت نہ دوں، ورنہ میرے حق میں یہ بہتر نہ ہوگا۔ مجھے تو بلا کرایہ ملک میں سفر کی سہولت موجود تھی، میں نے تین اور افراد کے لیے بھی یہ سہولت حاصل کر لی۔ رمضان المبارک کے دوران میں اور میرے یہ تینوں ساتھی دہلی سے کلکتہ تک کے سفر کے لیے نکل گئے اور ہر بڑے اسٹیشن پر اتر کر کتابوں اور سٹیشنریوں کی دکانوں پر جا کر عید کارڈز کی فروخت کی اور ایک ماہ سے کم عرصہ سے میں پانچ ہزار سے کچھ زائد عید کارڈز فروخت کر دیئے۔ جس کا گوشوارہ محکمہ داخلہ کو دے کر واجبات وصول کر لیے۔

عید الاضحیٰ کی آمد سے ایک ماہ قبل پھر مہم پر نکلے۔ اس مرتبہ ہم نے کراچی سے راس کماری تک عید کارڈز فروخت کیے۔ اگلے سال محکمہ داخلہ نے بیس ہزار کارڈز دیئے۔ اس مرتبہ مذہبی تصاویر کے ساتھ ساتھ ایسے کارڈز بھی دیئے گئے جن پر خوب صورت بچوں، پھلوں اور پھولوں کی تصاویر تھیں۔ ان بچوں کو عربی لباس پہنائے گئے تھے اگرچہ ان کی شکل وصورت انگریزوں جیسی تھی، یہ بھی بآسانی فروخت ہوگئے۔ تیسرے برس جو کارڈز ملے ان میں بچوں اور بچیوں کے لباس مختصر کر دیئے گئے۔ چوتھے برس ہم نے پچاس ہزار سے زائد کارڈز فروخت کیے۔ یوں ہم نے اچھی خاصی دولت کمائی، جب ہم حساب کرنے لگے تو سیکرٹری صاحب نے رقم ادا کرنے کے بعد کہا کہ آئندہ آپ کو کوئی کارڈز نہیں ملے گے۔ اگر ہم چاہیں تو اپنی گرہ سے کارڈز پرنٹ کرائیں۔

اگلے سال رمضان المبارک سے قبل ہی پورے برصغیر کے کتب فروشوں کے خطوط اور آرڈر موصول ہوئے، جن کی تعمیل میں ہم نے مختلف چھاپہ خانوں سے کارڈز چھپوانا شروع کر دیئے۔ اگرچہ ان کی طباعت انگلستان کے معیار کی نہ تھی، تاہم خاصی تعداد میں نکاسی ہوگئی۔ اس کے بعد برسوں میں بے شمار چھاپہ خانوں نے عید کارڈز کی طباعت شروع کر دی اور یوں یہ وبا سارے ملک میں پھیل گئی۔''

چوہدری صاحب نے ایک سرد آہ بھر کر کہا کہ ''مجھے بہت عرصہ بعد معلوم ہوا کہ سرکارِ برطانیہ نے مجھے بے حد مذموم مقصد کے لیے آلۂ کار بنایا، میں نادم ہوں کہ میں نے ایک بری رسم کا آغاز کیا جو سراسر اسراف بے جا ہے اور آج عید کارڈز کی وجہ سے کروڑوں مسلمان کئی کروڑ روپے اس قبیح رسم پر ضائع کر دیتے ہیں۔ اور آج جب میں دیکھتا ہوں کہ عید کارڈز پر نیم عریاں تصاویر شائع ہو رہی ہیں تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ اس فحاشی کا آغاز میرے ہاتھوں ہوا تھا۔ میں نے سرکارِ برطانیا کے لیے بڑے بڑے کام کیے لیکن اس سے بڑا قوم دشمنی کا کام نہیں کیا جو گناہ پر مبنی ہے۔ آپ سب میری بخشش کے لیے دعا کریں اور یہ بھی کوشش کریں کہ زندگی کے کسی مرحلے پر بھی میری طرح ملت فروشی کے فعل قبیح میں ملوث نہ ہوں۔''

یہ واقعہ چوہدری احمد بخش صاحب نے روزنامہ ''نئی روشنی'' کے تمام اسٹاف کو ۱۹۶۲ء کے اواخر میں اس وقت سنایا جب کہ سٹاف نے ان کے اعزاز میں ٹی پارٹی کا اہتمام کیا تھا۔اس سارے واقعہ کو حارث غازی صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ نئی روشنی نے قلم بند کیا اور آخر میں لکھا: ''میں نے یہ واقعہ سننے کے بعد ۱۹۶۲ء کے بعد کسی کو بھی عید کارڈ نہیں بھیجا۔''

آیئے غیو مسلمانو! ہم بھی پکا عہد کرلیں کہ ہم آئندہ سے کسی کو بھی عید کارڈ نہیں بھیجیں گے۔اور نہ ہی کسی کا بھیجا ہوا کارڈ قبول کریں گے،ان شاءاللہ۔

سالگرہ:

اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خوشی یا فتح ملنے یا مجلّے یا رسالے کے سال گزرنے یا کسی کی وفات یا کسی کی پیدائش پر سالگرہ منانا،ان کے ایام منانا کسی بھی طریقے سے جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ:۳]

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا،اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کیا۔''

لیکن اس طرح کی ایجادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا۔لہٰذا اس کی تکمیل کے لیے کچھ تشریعی امور کا ایجاد کرنا ضروری تھا۔ (استغفراللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ما بعث اللّٰہ من نبی الا کان حقا علیہ ان یدل امتہ علی خیر ما یعلمہ لھم وینذرھم شر ما یعلمہ لھم۔'' [صحیح مسلم]

''اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب ہے کہ وہ جو بھی خیر وبھلائی جانتا ہو اپنی امت کو اس کی راہ نمائی کردے،اور جو بھی برائی جانتا ہو اس پر تنبیہ کردے۔''

لیکن ان سالگرہ کی رسموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول نے اپنی امت تک لائق عمل چیزیں نہیں پہنچائیں۔(نعوذ باللہ)

اگر رسول اکرم ﷺ سالگرہ مناتے تو آپ ﷺ اس کو عملی طور پر کرکے دکھاتے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سالگرہ منانے کی ترغیب دیتے۔ اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے سالگرہ مناتے، فتح کی خوشیاں کرتے۔ پھر تابعین رحمہم اللہ بھی سالگرہ مناتے، تبع تابعین رحمہم اللہ بھی ایسا کرتے۔لیکن خدا کی قسم کسی نے بھی اس بدعت ورسم کو نہیں منایا۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿ وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ [الحشر:۷]

''اور رسول (ﷺ) جو کچھ تمہیں دیں پس تم لے لیا کرو،اور جن سے تمھیں منع کریں پس تم ان سے باز آجاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ ۔'' [بخاری ومسلم]

''جو شخص عمل کرے، ایسا عمل جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ (عمل) مردود ہے۔''

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم شریعت اسلامیہ کو پس پشت ڈال کر کفار کی نقالی میں سرگرداں ہیں۔کبھی ہم قائداعظم،علامہ اقبال کا یومِ ولادت منا رہے ہوتے ہیں،کبھی ہم ان شخصیات کی وفات کا دن منا رہے ہوتے ہیں، کبھی ہم عید میلاد النبیؐ کے نام پر رسول اللہ ﷺ کا یوم ولادت منا رہے ہوتے ہیں۔اور اس سال تو حد ہوگئی کہ عید میلاد النبیؐ پر کیک بھی کاٹا گیا ہے۔حقیقت میں ہم نبی اکرم ﷺ کی وفات کی خوشیاں مناتے ہیں۔(نعوذ باللہ)

اسی طرح کبھی ہم پاکستان کا یومِ ولادت ۱۴۔اگست جھنڈیاں لگا کر،جھنڈے لہرا کر،گانے سن سنا کر،سکوٹروں کے سلنسر اتروا کر سارے محلے میں گھوم کر، آوارہ گردی کرکے،ٹی وی، وی سی آر، ڈش، کیبل کے

پروگرام ڈرامے، فلمیں دیکھ کر گزار دیتے ہیں۔ لیکن کبھی ہم نے پاکستان کی خون رنگ اساس کو جاننے کی اور اس کا مطالعہ کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

جی ہاں! اسی طرح ہم ۶۔ستمبر کا دن بھی فتح کی خوشی میں بڑے جوش وخروش کے ساتھ مناتے ہیں۔ جسے ہم یومِ دفاع و یومِ فتح کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہم یہ سب کچھ انگریزوں کی نقالی میں کرتے ہیں۔

ذرا غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بے شمار فتوحات ہوئیں، سب سے بڑی فتح، فتح مکہ ہوئی۔ اگر آپ ﷺ ان فتوحات کے دن منانے لگتے تو کوئی دن، کوئی مہینہ، کوئی سال خالی نہ جاتا۔ لیکن آپ ﷺ نے کسی فتح کی خوشی میں، کسی کی پیدائش پر، کسی کی وفات پر، کوئی جشن یا عرس یا برسی نہیں منائی حتی کہ آپ کی اولاد پیدا بھی ہوئی اور فوت بھی ہوئی۔ اولاد کی وفات پر آنسو ضرور جاری ہوئے لیکن عرس یا برسی نہیں منائی۔ اولاد کی پیدائش پر خوشی تو بے حد ہوئی لیکن سالگرہ نہیں منائی۔

آؤ پیارے نبی ﷺ کے امتیو! ہم بھی اپنے نبی ﷺ کے نقش قدم پر چل پڑیں تاکہ اللہ ہم سے راضی ہوجائے۔

مہمان نوازی میں تکلّفات:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه۔" [بخاری ومسلم]

''جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت وخاطر داری کرے۔ اور جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر اسے چاہیے کہ رشتے داروں سے صلہ رحمی کرے۔''

مہمان کی مہمان نوازی کی اہمیت اسلام میں بہت زیادہ ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام اور آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد ﷺ بھی اس پر پابندی سے عمل پیرا تھے۔

مہمان نوازی کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر مسافر دور سے آیا ہے تو اس کو جلدی سے کھانا پیش کردیا جائے۔ اور اگر گرمی کے موسم میں آیا ہے یا سردی کے موسم میں تو اس کے مطابق جلدی سے گرم یا ٹھنڈا پیش کردیا جائے، جو بھی میسر ہو۔ لیکن آج کے میزبان معاشرے میں رواج پائے گئے اصولوں کے مطابق تکلّفات میں پڑ جاتے ہیں اور متعدد کھانے یا لوازمات تیار کرنے لگ جاتے ہیں جن کی وجہ سے مہمان کو کافی دیر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ خواہ وہ وہاں زیادہ دیر بیٹھنا نہ بھی چاہے، اور یہ بھی ایک ستم ہے کہ میزبان اپنی مہمان نوازی کے چرچے کے لیے بھی زیادہ تکلف کرتے ہیں اور پھر اس کام میں وہ مقروض بھی ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ قرآن نے یوں بیان کیا کہ

﴿ فراغ الى اهله فجآء بعجل سمين ﴾ [ابراهيم]

''وہ بلا توقف فوراً گھر میں داخل ہوئے اور ایک موٹا تازہ بہترین بھنا ہوا بچھڑا مہمانوں کے سامنے لاکر رکھ دیا۔''

حاتم اصم کا قول ہے:

" العجلة من الشيطان الا فى الخمسة فانها من سنة رسول الله ﷺ اطعام الضيف وتجهيز الميت وتزويج البكر وقضاء الدين والتوبة من الذنب ۔"

[رواه ابونعيم فى الحلية]

''جلد بازی شیطانی کام ہے، مگر پانچ چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان میں جلد بازی کرنا ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، مہمانوں کو کھانا کھلانا، میت کی تجہیز وتدفین کرنا، کنواری لڑکی کی شادی کردینا، قرض چکا دینا، اور گناہ سے توبہ کرنا۔''

اور تکلف کے بارے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" امرنا رسول الله ﷺ الّا نتكلف للضيف ما ليس عندنا وان نقدم اليه ما حضرنا ۔" [رواه الخرائطى]

''رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم مہمان کے لیے وہ چیز مہیا کرنے کی زحمت میں نہ پڑیں جو ہمارے پاس نہ ہو، اور

جو حاضر ہو وہ مہمان کی خدمت میں بلا تکلف پیش کر دیں۔''

برتنوں کا استعمال:

آج کل خواہ گھر ہو یا باہر، تقریب خوشی ہو یا غمی، ایک فرد کے لیے متعدد برتن استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک فرد کے لیے پلیٹ، چمچہ، گلاس، سالن والا برتن، چاول والا برتن، اور دیگر جتنی بھی اقسام کی ڈشیں ہیں اتنی ہی تعداد میں برتن استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے کئی نقصان ہیں:

①......اسراف، ②...... بے برکتی، ③......غیر اسلامی طریقہ

آج تو لوگ کراہت محسوس کرتے ہیں اور وہم کرتے ہیں کہ اس طرح یکجا کھانے سے دوسرے کے جراثیم ہمارے اندر آ جائیں گے۔ حالاں کہ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ ہم کھاتے ہیں اور آسودہ نہیں ہوتے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اکٹھے ہو کر کھانا کھاؤ، اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ، اس سے کھانے میں برکت ہوگی۔'' [ابو داؤد]

شکم پروری:

بعض مہمان، میزبان کا خیال کیے بغیر ہی کھانا خوب ڈٹ کر کھاتے ہیں، وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ میزبان نے کھانا وافر پکایا ہے یا اپنی چادر کے مطابق پکایا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ [الاعراف:]

''کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

زیادہ کھانے سے سستی پیدا ہوتی ہے، ذہن کو صحیح غور و فکر میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، کاہلی و کسل مندی آتی ہے، نیند کا غلبہ ہوتا ہے، اور زیادہ نیند سے جسم کمزور ہوتا ہے، اور وہ قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے جو عملی زندگی کا راس المال ہے۔ اور وقت کی بربادی بڑا دینی و دنیوی نقصان ہے۔

حضرت حکیم لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ ''اے بیٹے! جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکری صلاحیت سو جاتی ہے، دانائی ماؤف ہو جاتی ہے، اعضاء عبادت میں نشاط سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور جب معدہ میں غذا کم ہوتی ہے تو دل پر کثافت نہیں ہوتی، عزیمت قوی اور بصیرت بیدار ہوتی ہے اور جسم میں نشاطِ عمل ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''پہلی مصیبت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس امت میں پیدا ہوئی وہ آسودگی ہے۔ لوگوں نے خوب آسودہ ہو کر کھانا شروع کیا جس سے ان کے بدن موٹے ہو گئے، ان کے دل کمزور ہو گئے اور ان کی شہوتیں ان پر غالب آ گئیں۔''

[رواہ البخاری]

یہ رسم کفار بھی ہے جو کہ سیر ہو کر کھاتے ہیں اور راحت پسند ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ احادیث کے مطابق زیادہ کھانا شیطان کا کام ہے۔ لہٰذا آسودگی اور راحت پسندی سے اپنے آپ کو بچانا از حد ضروری ہے۔

داڑھی منڈانا:

آج مرد حضرات نوجوان اور کم عمر دکھائی دینے کے لیے، اور فلمی ایکٹر، فلمی ہیرو کی نقالی کرتے ہوئے داڑھی کو منڈا دیتے ہیں، اور مونچھوں کو بڑا رکھتے ہیں اور بعض تو مونچھوں کا بھی صفایا کر دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ احْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوَا اللُّحٰى۔" [بخاری و مسلم]

''مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں خوب اچھی طرح تراش ڈالو اور داڑھیوں کو چھوڑے رکھو۔'' [جاری ہے]

☆☆..........❀..........☆☆

تحقیق

غسل کعبہ وغلافِ کعبہ پر زرِ کثیر لگانا......اسراف یا تبذیر؟

محمد سلیم چنیوٹی

بریلوی مجدد واعلیٰ حضرت، احمد رضا خان کی یاد میں گوجراں والا سے ایک محبّ رضا خان بریلوی، مولوی ابوداؤد محمد صادق صاحب نے ایک ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' کے نام سے گزشتہ پچاس برس سے جاری کیا ہوا ہے۔ اس کے زیر نظر شمارہ:۲، جلد:۵۰ مجریہ فروری ۲۰۰۸ء کے صفحہ:۲۶ پر خانہ کعبہ کے غسل وغلافِ کعبہ پر زرِ کثیر خرچ کرنے کے متعلق دوسوال اہل حدیث جرائد ورسائل سے پوچھے گئے ہیں۔ یہاں دونوں سوالات من وعن نقل کیے جارہے ہیں، اوران کا جواب بھی اخذ وترتیب کے بعد دیا گیا ہے۔

سوال ①: کثیر اخراجات کے ساتھ خانہ کعبہ کے غلاف کی جوتقریب منائی جاتی ہے اس اہتمام اوراتنے اخراجات کے ساتھ اس تقریب کی حدیثی وتاریخی طور پر کس حکمران نے ابتدا کی ہے۔ جب کہ تازہ خبر ہے کہ ''لاہور (اے پی پی) ڈائریکٹوریٹ حج وزارت مذہبی امور کے ترجمان کے مطابق ۲ کروڑ ریال کی لاگت سے ۶۷۰ کلوگرام خالص ریشم سے تیار کیا جانے والا بیت اللہ کا نیا غلاف کسویٰ گزشتہ روز کعبہ کے کلید بردار شیخ عبدالعزیز الشیبی کے حوالے کردیا گیا۔ غلاف کی تیاری میں ۶۵۰ کلوگرام خالص سونا اور چاندی بھی استعمال کی گئی ہے اوراس پر بیت اللہ کی حرمت اور حج کی فرضیت اور فضیلت کے بارے میں قرآنی آیات کی کڑھائی کی گئی ہے۔ یہ غلاف ہر سال ۱۰ ذوالحج کو تبدیل کیا جاتا ہے اور پرانے غلاف کے ٹکڑے بیرونی ممالک سے آئے ہوئے سربراہانِ مملکت اور دیگر معززین کو بطور تحفہ پیش کردیے جاتے ہیں۔

[روزنامہ جناح ۱۲ دسمبر ۲۰۰۷ء]

اس بات کی سند وحدیث وروایت کا کیا ثبوت ہے؟

سوال ②: ہر سال غسل کعبہ کی جوتقریب منائی جاتی ہے اور ہزاروں من عرقِ گلاب وآبِ زم زم سے کعبہ شریف کو غسل دیا جاتا ہے اس کی ابتدا کس دور حکومت وکس کے حکم سے شروع ہوئی ہے؟

حدیثی وتاریخی وتحقیقی طور پر سوالوں کے جواب مطلوب ہے۔ جواب واضح اور مدلل ومہذب طور پر ہوں۔ اگرچہ مختصر ہوں، خاموشی اختیار نہ کی جائے۔ پہلے بھی ماہنامہ ''محدث'' ودیگر ''اہل حدیث'' رسائل سے یہ سوال پوچھا گیا تھا مگر جواب نہ دارد۔ لہٰذا دوبارہ جواب طلب کیا گیا ہے۔

[ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ''، گوجراں والا فروری ۲۰۰۸ء]

☆☆☆☆

جواب: غسل کعبۃ اللہ وغلافِ کعبۃ اللہ پر زرِ کثیر خرچ کرنا ایک سعادت مندی اور خوش قسمتی کی بات ہے۔ یہ کام صدیوں سے ہوتا آرہا ہے۔ اس کی نسبت مقابر ومساجد کی طرف کردی جائے تو یہ نہایت بری بات معلوم ہوتی ہے۔ جو کام جہاں جچتا ہو وہ کام وہیں سجتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں سچ سمجھنے اور حق کام کرنے کی توفیق سے نوازے۔ ذیل میں ہم مفتی جماعت اہل حدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان المدنی حفظہ اللہ اور علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمہ اللہ کی کتب میں سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات تحقیقی وعلمی وتاریخی طور پر تحریر کررہے ہیں۔

پوچھے گئے سوالات کے جوابات:

کعبۃ اللہ کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اغلب ادوار میں اس پر بہتر سے بہتر غلاف چڑھایا گیا۔ اہل علم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ بالخصوص سلف صالحین جن کے افعال واقوال کو منارۂ ہدایت سمجھا جاتا ہے بلکہ فعل ہذا کو بہ نظر استحسان دیکھا گیا۔ چناں چہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، قاضی زین الدین عبدالباسط کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فَبَالَغَ فِیْ تَحْسِیْنِهَا بِحَیْثُ یَعْجِزُ الْوَاصِفُ عَنْ صِفَةِ حُسْنِهَا جَزَاهُ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ اَفْضَلَ الْمُجَازَاةِ۔" [فتح الباری: ۳/ ٤٦٠]

یعنی ''اس نے غلاف کی بے انتہا تحسین وتزئین کی کہ بیان کرنے والا اس کے بیان اور توصیف سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ان کو بہترین بدلہ سے نوازے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے انفاق ہذا اسراف وتبذیر کے زمرہ میں داخل نہیں۔ کیوں کہ اس پر بتواتر عملی اجازت موجود ہے۔ اسی بنا پر اہل علم کہتے ہیں کہ دیگر مساجد ومقابر کو کعبۃ اللہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس عظیم خدمت کے علاوہ واضح ہو کہ موجودہ دور میں سعودی حکومت کی افضل ترین حسنات سے حرمین شریفین کی توسیع کا شان دار منصوبہ ہے جو تکمیل کے آخری مراحل طے کررہا ہے۔ آلِ سعود کا یہ عظیم کارنامہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے آج کی دنیا قاصر ہے۔ اللہ کریم نے انھیں زمینی خزانوں سے نواز رکھا ہے تو اس کے پسندیدہ مقامات پر زائرین کے آرام کی خاطر اس دولت کو اس کی راہ میں لٹایا اور پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ رَبِّ زِدْ فَزِدْ

ہر زائر کی زبان سے بے ساختہ اس حکومت کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس موّحد اور خادمِ حرمین شریفین سرکار کی تا قیامت سلامتی کی دعا کریں کہ وہ اللہ کے دین کی یوں خدمت کرتے رہیں۔ آمین یارب العالمین

اسی طرح غسل کعبۃ اللہ بھی عملی تواتر کی قبیل سے ہے۔ بعض روایات میں تصریح موجود ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی ﷺ نے بتوں کو توڑنے اور تصاویر کو مٹانے کے بعد کعبۃ اللہ کو غسل دینے کا حکم دیا تھا۔

"اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِغَسْلِ الْکَعْبَةِ بَعْدَ مَا کَسَرَ الْاَصْنَامَ وَطَمَسَ التَّصَاوِیْرَ۔"

[الطحاوی: ٤/ ٢٨٣۔ معانی الآثار]

[تاریخ الکعبۃ المعظمہ، ص:۳۲۷ بحوالہ حسین عبداللہ باسلامہ۔ بخاری]

یاد رہے کسوۃ کعبۃ کے تیسرے باب میں کافی مواد موجود ہے جو فی الجملہ مفید ہے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ: ۲۲۷،۲۷۲) نیز غلافِ کعبہ صرف کعبۃ اللہ کے احترام کی خاطر پہنایا جاتا ہے جو صرف کعبۃ اللہ ہی کا خاصہ ہے اور اس سلسلے میں کسی دوسری عمارت کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی لیے غلافِ کعبہ حتی المقدور اچھا ہونا چاہیے۔ گھٹیا قسم کے کپڑوں سے کسی کا کیا احترام ہوگا۔

ترمذی شریف میں حدیث نبوی ہے:

"وسترتم بیوتکم کما تستر الکعبة۔"

[الترمذی ابواب صفة القیامة، باب: ۳۵]

یعنی ''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم اپنے گھروں کو ایسے ڈھانکو گے جیسے کعبہ ڈھانکا جاتا ہے۔''

کسی عمارت کو یا زیب وزینت کی خاطر ڈھانکا جاتا ہے (جیسے گھروں میں پردے لٹکانا) یا ادب واحترام کی خاطر (جیسے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے) ترمذی کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب گھروں کو زیب وزینت کے خیال سے ڈھانکنا بھی شرعاً پسند نہیں کیا گیا تو پھر دیگر عمارات کو کسی ادب واحترام کی خاطر ڈھانکنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ اس سے کعبۃ اللہ کے امتیاز وتشخص کا مجروح ہونا اور اس کی خصوصیات میں دوسری عمارتوں کا شریک ہونا لازم آتا ہے۔

یہاں مزید عقلی توجیہات کی چنداں ضرورت نہیں کیوں کہ مسلمان ہمیشہ احکامِ الٰہی کا پابند ہوتا ہے چاہے کسی شے کی مشروعیت اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

[ماخوذ از فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، جلد اوّل، ص:۱۹۹،۲۰۰]

مشہورِ عالم سیرت نگارِ رسول اللہ ﷺ، حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمہ اللہ نے ۱۹۲۱ء میں سفرِ حج اختیار فرمایا تھا اور انھوں نے ایک سفر نامہ ''سفر نامہ حجاز'' تحریر فرمایا تھا۔ یہ سفر نامہ بڑا معلومات اور تحقیقی اعتبار سے بڑا مفید ہے۔ کعبۃ اللہ کے غلاف چڑھانے کی تاریخی حیثیت کو انھوں نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

کعبہ پر کسوت (غلاف) کا رواج بہت قدیم الایام سے ہے۔ جہاں تک تاریخ میں پتا لگتا ہے تبع بادشاہ یمن پہلا شخص ہے، جس نے بیت اللہ پر مکمل کسوت (غلاف) چڑھایا تھا۔ یہ ریشم کا تھا۔ یہ بادشاہ تقریباً ے صدی قبل از اسلام گزرا ہے۔ تبع کے بعد کسوتِ کعبہ کی رسم برابر جاری رہی۔ مختلف قسم کے پارچات یا ہرن کی کھالوں وغیرہ سے عمارت کو ڈھانک دیا جاتا تھا۔ قبل از اسلام تنیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار) اہلیہ عبدالمطلب پہلی خاتون ہیں جس نے کعبہ پر ایک ہی ریشمی کپڑے کا غلاف چڑھایا تھا۔ یہ عم رسول جناب عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بچپن میں کھو گئے تھے۔ ان کی والدہ نے منت مانی تھی کہ اگر ان کا بچہ صحیح وسلامت مل جائے تو وہ کعبہ پر لباسِ حریر چڑھائیں گی۔ بچہ مل گیا اور منت پوری کی گئی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرار دیا کہ پہلی کسوت (غلاف) کو زوّارِ کعبہ میں تقسیم کر دیا جایا کرے مگر فروخت نہ ہو۔ اور کسوتِ جدید (نیا غلاف) پہنایا جایا کرے۔ اب تک اسی طرح عمل جاری ہے۔ خلفاء الراشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں سال بہ سال کسوتِ ابریشمی چڑھایا جاتا تھا۔ مگر کسی خاص رنگ کی پابندی نہ تھی کبھی سبز، کبھی سفید وغیرہ۔ ہاں تمام کسوت ایک کپڑے کا ہوتا تھا۔ خلفائے عباسیہ نے کسوتِ کعبہ ریشم سیاہ کا مقرر کر دیا تھا۔ ترکوں نے عباسیوں سے خلافت لی اُس وقت سے یہ سیاہ ریشم کا ہی ہوتا ہے۔ اہل عرب کے نزدیک سیاہ لباس وقار وہیبت کا لباس سمجھا جاتا ہے۔ عباسیہ نے بالخصوص رنگ سیاہ کا التزام اس لیے کر لیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک چادر مبارک اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی اور وہ سیاہ رنگ کی تھی۔

[سفر نامہ حجاز از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ، ص:۶۷، ۶۸]

☆☆............❀............☆☆

مرزا قادیانی کی کذب بیانیاں

عبید اللہ لطیف

کچھ عرصہ قبل فیصل آباد ریلوے روڈ پر سے گزر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں تین باریش نوجوان ایک کلین شیو اور روشن خیال (تاریک خیال) قسم کے نوجوان سے بحث میں مصروف ہیں۔ ان باریش نوجوانوں میں سے میرا ایک جاننے والا بھی تھا جو ایک دینی ادارے کا طالب علم بھی ہے۔ میں اس نوجوان سے ملاقات کے لیے رکا تو ان کے درمیان زیر بحث موضوع کی وجہ سے پتا چلا کہ وہ نوجوان جو کلین شیو تھا اور انھیں روشن خیالی (تاریک خیالی) کا درس دینے کے ساتھ ساتھ بڑھ چڑھ کر جہاد اور مجاہدین کی مخالفت کر رہا تھا، قادیانی تھا۔ کیوں کہ ان کی بحث کا رخ جہاد سے ہٹ کر ختم نبوت کی طرف آ گیا تھا۔ ختم نبوت کے حوالے سے ہونے والی گفتگو من وعن تحریر کیے دیتا ہوں تا کہ دیگر لوگوں کو بھی پتا چل سکے کہ کس طرح یہ قادیانی ہماری سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ اور ہمارے نوجوان اپنے ہی دین کے بارے میں لاعلم ہونے کی وجہ سے کس طرح ان کی شرانگیزیوں میں پھنس کر اپنا ایمان تباہ کر بیٹھتے ہیں۔

قادیانی: جبرائیل علیہ السلام کی ذمہ داری کیا ہے؟

مسلم: وحی لانا

قادیانی: سورۃ القدر کی آخری آیت پڑھتے ہوئے کہنے لگا کہ اس آیت میں ''تتنزل'' آیا ہے جو فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام قیامت تک نازل ہوتے رہیں گے۔ کیوں کہ اسی آیت میں ''والروح'' کا لفظ خاص جبرائیل علیہ السلام کے لیے بولا گیا ہے۔ جب کہ آپ کے بقول جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی ہی وحی لانا ہے تو آپ کو کیا اعتراض؟ وہ جس پہ چاہیں وحی لے آئیں۔

یہ دلیل سن کر وہ طالب علم لاجواب ہو گیا کیوں کہ وہ نوجوان اس قادیانی سے بات کرتے ہوئے بنیادی غلطی یہی کر گیا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی وحی لانا ہے۔ جب کہ جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی نہ صرف وحی لانا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے جس وقت چاہے جو مرضی ڈیوٹی سونپ دے جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے بدر اور احد کے میدان میں وحی سے ہٹ کر فرشتوں کی قیادت کرتے ہوئے کفار سے قتال کیا۔ اسی طرح طائف کی وادی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے آئے اور اسی طرح جد الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ کے الاؤ میں پھینکا جانے لگا تو تب بھی مدد کے لیے آئے۔

یہ ایک واقعہ تو میرے سامنے ہوا پتا نہیں روزانہ ایسے کتنے واقعات رونما ہوتے ہیں جب کہ موجودہ حکومت بھی مکمل طور پر قادیانی نواز ہے۔ اور ہر معاملہ میں قادیانیوں کو سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کر کے ان کو مکہ اور مدینہ میں شر پسندی کا کھلا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ جب کہ ان کو ۷۔ستمبر ۱۹۷۴ء کو اقلیت قرار دیا گیا تھا اور اس کا سرکاری سطح پر اعلان بھی کیا گیا۔ ضیاء الحق دور میں بھی ان کو پذیرائی نہ ملی، نواز شریف دور میں انھوں نے پر پرزے نکالنے شروع کیے اور بے نظیر دور میں تو انھوں نے کافی حد تک اپنے کام کو منظم کر لیا تھا۔ لیکن موجودہ دور حکومت میں تو ان کو سب سے زیادہ پذیرائی ملی ہے۔ تعلیمی اداروں سے لے کر تمام کلیدی عہدوں پر یا تو قادیانی موجود ہیں یا پھر قادیانی نواز۔ اور سابقہ دور کے امپورٹڈ وزیر اعظم شوکت عزیز کے بارے میں بھی قادیانی ہونے کا تاثر عام پایا جا رہا ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ آج کل کے مسلم نوجوانوں، بزرگوں اور عورتوں کو اپنے دین کے متعلق ہی معلومات برائے نام ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ علمی میدان میں دلائل دیتے ہوئے ان سے مات کھا جاتے ہیں۔اب میں مرزا قادیانی کی اصل کتابوں سے چند دلائل پیش کرنے لگا ہوں تا کہ لوگوں کو پتا چل سکے کہ ان کو مرتد کیوں قرار دیا گیا ہے۔ ویسے ہی سید آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے بعد تیس کذاب آئیں گے جو جھوٹی نبوت کا دعویٰ کریں گے۔اس حدیث کی رو سے اور تاریخ اسلام سے پتا چلتا ہے کہ نبی آخرالزماں کے دور میں ہی مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور مرزا قادیانی بھی اسی کا پیروکار ہے اور اپنے آپ کو واضح طور پر نبی کہتا ہے۔

اور ''کشتی نوح'' میں یوں رقم طراز ہیں:

''خدا ایک اور محمد ﷺ اس کا نبی ہے۔اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی ہو۔کیوں کہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت میں خلل انداز نہیں۔جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔سو ایسا ہی اللہ نے مسیح موعود میں چاہا یہی بعید ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں۔'' [کشتی نوح،ص:۲۴]

اس تحریر میں پہلے تو مرزا صاحب واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن بعد میں آئینہ کی مثال دے کر خود کو ہی محمد ﷺ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور برملا طور پر کہہ رہے ہیں کہ جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی ہو وہی نبی ہے۔جس بات سے مرزا صاحب کذب بیانی اور ہیرا پھیری سے کام لے رہے ہیں۔ان کے جھوٹ کا پول فقط اسی بات سے کھل جاتا ہے کہ اس تحریر کے آخر میں فرمانِ نبی کا حوالہ دے کر کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا۔ اور پھر کہتا ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔ اگر اب مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے تھے تو ان کی قبر مدینہ منورہ میں ہونی چاہیے تھی نہ کہ قادیان میں۔اور ویسے بھی یہ دستور شروع سے چلا آ رہا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے اسے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔اگر حقیقت میں مرزا نبی تھا تو یہ لیٹرین میں مرا، اسے وہیں دفن کرنا چاہیے تھا۔

کشتی نوح کے صفحہ نمبر ۲۲ پر مرزا کچھ یوں رقم طراز ہے کہ

''اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر مثیل موسیٰ، موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم، ابن مریم سے بڑھ کر اور وہ مسیح موعود نہ صرف عدت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا تھا جب کہ مسلمانوں کا حال وہی تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو وہ میں ہی ہوں۔'' [کشتی نوح،ص:۲۲]

اس تحریر میں مرزا صاحب اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے آپ کو مثیل ابن مریم ثابت کر رہے ہیں۔ایسا شخص جو کسی ایک نبی کی گستاخی کرے وہ تو واجب القتل ہے۔اور پاکستان کے اندر بھی گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔یہی وجہ ہے کہ امریکا و یورپ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے اور شاتم رسول کو سزائے موت دینے والے قانون کو ختم کروانے کے درپے ہیں اور ہمارے قادیانی نواز حکمران بھی ایسے بیانات دیتے رہتے ہیں جن سے ان کی حوصلہ افزائی ہو۔ پاکستان میں شاتم رسول کو موت کی سزا والے قانون کی وجہ سے سب سے پہلے قادیانی اس کا شکار ہوتے ہیں۔کیوں کہ مرزا صاحب نے نہ صرف جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ جگہ جگہ پر انبیاء کی توہین بھی کی ہے۔اگر مرزا کے دماغی توازن کا جائزہ لینا ہو تو اسی ایک تحریر سے لیا جا سکتا ہے جس میں خود ہی مریم اور پھر خود ہی عیسیٰ بن جاتا ہے۔لہٰذا کشتی نوح میں لکھتا ہے کہ

''اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔پھر جیسا کہ براہیم احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشوونما پاتا رہا۔پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہیم احمدیہ

کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔'' [کشتی نوح،ص:۶۸،۶۹]

کیا ایسا شخص جو پہلے اپنے آپ کو مثیل ابن مریم کہے پھر خود ہی مریم بن جائے اور حاملہ ہو کر خود ہی ابن مریم بن بیٹھے اور کبھی اپنے آپ کو مسیح موعود کہلائے تو کبھی اپنے آپ کو محمد ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ تو کبھی اپنے آپ کو عیسیٰ سے افضل قرار دے۔ مرزائی دوستوں کو بھی سوچنا ہوگا کہ کیا ایسا مخبوط الحواس شخص نبی کہلانے کا حقدار ہے؟ کیا ایسا شخص قابل اتباع ہوسکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر آیئے اور توبہ کیجیے، کلمہ توحید ورسالت کا اقرار کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوجایئے اسی میں فلاح اور کامیابی ہے۔

مرزا قادیانی ''کشتی نوح'' میں ایک اور جگہ پر یوں رقم طراز ہیں کہ

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا جب کہ میں ایسا ہوں۔ تو اب سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اس پاک رسول کا جس کی غلامی کی طرف میں منسوب کیا گیا۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

اس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہیں کیا جاتا خدا جو چاہے کرے جو اس کے ارادہ کی مخالفت کرتا ہے وہ صرف اپنے مقاصد میں نامراد ہی نہیں بلکہ مرکز جہنم کی راہ لیتا ہے۔ ہلاک ہوگئے وہ جنھوں نے عاجز مخلوق کو خدا بنایا، ہلاک ہوگئے وہ جنھوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا، میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیوں کہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔'' [کشتی نوح،ص:۸۱]

اس تحریر میں بھی سراسر عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی گئی اور اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دے رہا ہے۔ جہاں تک مرزا قادیانی کے نشانوں والی بات ہے واقعی وہ اس کے علاوہ کوئی اور نہیں دکھا سکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام تو پھر بھی جلیل القدر پیغمبر ہیں ایسے نشان انتہائی حقیر اور معمولی سی عقل والا انسان بھی نہیں دکھا سکتا۔

اور جہاں تک مرزا قادیانی کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ اس کے بغیر تاریکی ہے تو یہ ایسی ہی بات ہے کہ نام ہو نور بھری اور رنگ ہو توے کی سیاہی سے بھی کالا۔

کچھ لوگ یہ باتیں بھی کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی اہل حدیث تھا جب کہ وہ خود کشتی نوح میں لکھتا ہے کہ

''یہاں تک کہ بیت المقدس کے صدہا عالم فاضل جو اکثر اہل حدیث تھے انہوں نے حضرت عیسیٰ پر تکفیر کی مہریں لگا دیں۔ یہی معاملہ مجھ سے ہوا اور پھر جیسا کہ اس تکفیر کے بعد جو حضرت عیسیٰ کی نسبت کی گئی تھی ان کو بہت ستایا گیا۔ سخت سخت گالیاں دی گئی تھیں، ہجو اور بدگوئی میں کتابیں لکھی تھیں، یہی صورت اس جگہ پیش آئی۔ گویا اٹھارہ سو برس بعد وہی عیسیٰ پھر پیدا ہوگیا اور وہی یہودی پھر پیدا ہوگئے۔'' [کشتی نوح،ص:۷۳]

اس تحریر سے اس کا بغض اور کینہ اہل حدیثوں کے ساتھ صاف نظر آرہا ہے۔ جب کہ فقہ احمدیہ میں لکھتا ہے کہ ''اگر کوئی مسئلہ قرآن وسنت میں نہ ملے تو فقہ حنفی پر عمل کرلیں کیوں کہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔'' [فقہ احمدیہ،ص:۱۳]

صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ ''فقہ احمدیہ کے وہی ماخوذ ہیں جو فقہ حنفی کے ہیں۔'' اب اہل حدیثوں پر الزام دینے والوں کو خود ہی اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ غور کیجیے
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

شیخ الحدیث مولانا محمد اسد اللہ بھامبڑوی رحمہ اللہ

حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی

عارضی زندگی کے لمحات کو سوچ سمجھ کر یا قرآن وحدیث کی تعلیمات کو فروغ دینے کی جستجو میں بسر کرنا بڑی سعادت مندی ہے۔ یہ کام اللہ کریم جن اپنے پسندیدہ بندوں سے لیتا ہے وہ حقیقت میں رہتی دنیا تک اس شخص کی نیک نامی اور آخرت میں باقیات الصالحات ثابت ہوکر باعث اجر وثواب ٹھہراتے ہیں۔ مولانا کا شمار اللہ عزوجل کے ان ہی پسندیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔ جنھیں اللہ کریم نے اپنے دین کی سربلندی ومخلوق کی خدمت اور بھلائی کے لیے چن رکھا تھا ذیل میں مولانا کی زندگی کے واقعات اور خدمات کی جھلک پیش خدمت ہے۔ ویسے تو مولانا سے میرے مراسم کافی عرصہ سے ہیں مگر ان کی زندگی میں ان سے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو نہ ہوسکی۔ اس مضمون کی تیاری میں مولانا کے فرزند ارجمند ڈاکٹر عبدالحمید شواش ناظم جامعہ شمس الحدیث بورے والا وہاڑی، کی معلومات اور پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد کی کتاب تذکرہ علمائے اہل حدیث سے راہنمائی حاصل کی ہے۔

خاندانی حالات اور پیدائش:

فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاں دیگر ہمارے اکابرین سلف نے ختم نبوت کے پرچار کے لیے قربانیاں دیں اور اس انگریز کے ایجنٹ کے باطل اور گمراہ کن نظریات کی تردید کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ رہے ہیں وہاں اس خاندان کا بھی اس سلسلہ میں کردار مثالی ہے۔ آپ کے دادا جان مولانا میر محمد بھامبڑوی پنجابی زبان کے بڑے عمدہ خطیب ومقرر تھے۔ ان کی تقریر کی نمایاں خوبی یہ تھی کہ ان کی تقریر میں کسی آدمی کا سونا تو درکنار کوئی آدمی اونگھتا بھی نہ تھا۔ اس وجہ سے وہ عوام الناس کے خوب نبض شناس تھے۔ ہر جگہ موقعہ محل کے پیش نظر وہ اس مجمع پر گرفت کرتے اور اس کے مطابق ہی ان کا خطاب قرآن وحدیث کی سنہری تعلیمات سے مزین ہوتا تھا۔ قادیان کے ساتھ بھامبڑوی قصبہ تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور میں تھا۔ اس بھامبڑوی قصبہ کے امام وخطیب مولانا میر محمد خود تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کے پیروکار اپنی دعوت کو عام کرنے کے لیے جہاں سرگرم عمل تھے۔ وہاں قرآن وحدیث کی حقانیت کے فروغ کے لیے مولانا میر محمد بھی کوئی موقعہ ہاتھ سے خالی نہیں جانے دیتے تھے۔ مرزا بشیر الدین کے ساتھ ان کے چار مناظرے ہوئے۔ پہلا مناظرہ جونا گڑھ میں ہوا، دوسرا مناظرہ دہلی میں ہوا، تیسرا مناظرہ کلکتہ میں اور چوتھا مناظرہ قادیان میں ہوا۔

۱۹۲۵ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ مولانا میر محمد دعوت وتبلیغ کے حوالے سے منڈی عثمان والا روڈے اورتھہ کامل میں تشریف لائے۔ ان کے دروس نے عوام الناس کے دل ودماغ پر گہرے گہرے اثرات چھوڑے۔ بعد ازاں جماعتی احباب کے اصرار پر انھوں نے اپنے قابل اعتماد بیٹے اور صاحب علم وفضل مولانا محمد علی کو امامت وخطابت کی غرض سے یہاں بھیج دیا۔ مولانا میر محمد کے سن وفات کا علم نہیں۔ ہمارے ممدوح مولانا شیخ الحدیث محمد اسد اللہ بھامبڑوی نے ۱۹۴۰ء کو موضع اورتھہ کامل میں مولانا کے گھر میں جنم لیا تھا۔ آپ ابھی صرف آٹھ ماہ کے تھے ان کے والد گرامی مولانا محمد علی فانی دنیا سے چل بسے۔ یتیم بچوں کو جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے

ایسے لمحات کی بھی داستان بڑی عجیب ہوتی ہے۔ بہرحال ان کی نگہداشت ان کی والدہ صاحبہ اوران کے بڑے بھائی مولانا محمد یٰسین نے کی۔ آپ نے ابتدائی عصری تعلیم کے بعد دینی تعلیم کا آغاز کیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

دینی تعلیم کا حصول:

آپ نے دینی تعلیم ابتدا سے آخر تک مکمل دارالحدیث جامعہ کمالیہ منڈی راجووال ضلع اوکاڑا میں رہ کر حاصل کی۔ البتہ مزید دینی تعلیم کے حصول کے لیے آپ نے درج ذیل مدارس میں مثلاً تقویۃ الاسلام غزنویہ لاہور، دارالحدیث اوکاڑا، مدرسہ حافظ محمد گوندلوی گوجراں والا وغیرہ میں زیرتعلیم رہ کر فیض حاصل کیا ہے۔

اساتذۂ کرام:

دورانِ تعلیم آپ نے جن مشہور شخصیات سے استفادہ کیا ہے ان میں شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق حسینوی، مولانا محمد اسمٰعیل سلفی، مولانا محمد شریف اللہ دیوبندی، حافظ بشیر احمد بھوجیانی، امام احمد خاں دیوبندی، شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، شیخ الحدیث مولانا عبداللہ بڈھیمالوی، شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

رفقائے مدارس:

مختلف مدارس میں تعلیم کے دوران آپ کے ساتھ فارغ التحصیل ہونے والے نامور علمائے کرام میں مولانا محمد صدیق، مولانا ثناء اللہ، حافظ عزیز الرحمان لکھوی، مولانا حافظ عبدالرشید گوہڑوی، مولانا شیخ الحدیث عبدالرشید مجاہد آبادی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تدریس اور خطابت:

درج ذیل مدارس اور مساجد میں بطور مدرس اور امام وخطیب کی حیثیت سے ذمہ داری ادا کی ہے۔ مثلاً دارالحدیث جامعہ کمالیہ منڈی راجووال اوکاڑا، مرکزی جامع مسجد اہل حدیث منڈی عثمان والا، مسجد اہل حدیث کوٹلی رائے ابوبکر، مدرسہ اہل حدیث کھڈیاں قصور، جامع مسجد اہل حدیث چک نمبر ۳۰ ساہیوال، جامع مسجد اہل حدیث چک نمبر ۲۹۱ جملیر ضلع وہاڑی وغیرہ۔

نامور تلامذہ:

ویسے تو آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے مگر ان میں ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر ایم اے جامعہ اسلامیہ بہاول پور، مولانا نذیر احمد، مولانا محمد صادق، مولانا عبدالرشید، مولانا محمد یحییٰ، مولانا محمد عبداللہ، مولانا لیاقت علی، حافظ محمد اسلم، مولانا عبدالخالق، مولانا شبیر احمد طاہر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جامعہ شمس الحدیث کا سنگ بنیاد:

ملتان روڈ مرضی پورہ بورے والا میں ۱۹۶۸ء کو اپنی ذاتی رقم سے جگہ خرید کر مسجد الفیصل اہل حدیث تعمیر کی اور مدرسہ شمس الحدیث کے نام سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ آپ نے ادھر رہ کر باقاعدہ جماعتی نظم ونسق کے لیے بھی خوب محنت کی۔ آپ علاقے بھر کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ کا ہر مکتبہ فکر میں نام عزت سے لیا جاتا تھا۔ یاد رہے کہ جامعہ شمس الحدیث میں طلباء وطالبات کی تدریس کا عمل جاری وساری ہے ادارے کے ناظم ان کے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالحمید شورش ہیں۔

بورے والا میں مشہور شخصیات کی آمد:

جامعہ شمس الحدیث میں مولانا اسد اللہ رحمہ اللہ کی دعوت پر مختلف کانفرنس اور تبلیغی پروگرامز میں درج ذیل نامور شخصیات تشریف لائیں۔ مثلاً مولانا محی الدین لکھوی، مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی، شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری، شیخ العرب والعجم سید مولانا بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا محمد اسحاق چیمہ، قاضی محمد اسلیم سیف، رئیس المحدثین مولانا سلطان محمود جلال پوری، مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی، حضرت العلام سید ابوبکر غزنوی، مولانا عبدالقادر حصاروی،

حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری، حافظ عبدالغفور جہلمی، حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، مجاہد ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید، حافظ عبداللہ شیخوپوری، حافظ زبیر احمد ظہیر، مولانا عطاء الرحمٰن شیخوپوری، مولانا معین الدین لکھوی رحمہم اللہ ودیگر شامل ہیں۔

انکساری اور معمولاتِ زندگی:

آپ کی طبیعت میں سادگی، ہمدردی، مہمان نوازی، دوسروں کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جس کام کو کرنے کا عزم کر لیتے پھر اس کے نتائج کی پرواہ کیے بغیر اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیتے تھے۔ بورے والا شہر کے گرد و نواح میں مسلک حق اہل حدیث کی حقانیت کو پھیلانے میں بھی آپ کا حصہ ہے۔ حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد حسین شیخوپوری کے ہمراہ کئی چکوک میں انہیں سائیکل پر بٹھا کر لے جایا کرتے تھے۔

قرآن وحدیث کی تدریس اور جماعتی امور کی دلچسپی کے علاوہ ہر روز قرآنِ پاک کی تلاوت کے چھ پارے پڑھنا ان کا معمول تھا۔ اسی طرح جب کبھی سفر کے لیے نکلتے دورانِ سفر بھی قرآنِ پاک کی تلاوت ودیگر مسنون اذکار کا ورد جاری رکھتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ نے ان کی نمازِ جنازہ کے موقعہ پر انکشاف کیا کہ دورانِ طالب علمی انھوں نے ہمیشہ باوضو حدیث کا سبق پڑھا۔ کبھی نماز اشراق اور تہجد کی ادائیگی نہ چھوڑی تھی۔

اولاد:

آپ کی اولاد میں مولانا عبدالرشید، ڈاکٹر عبدالحمید شورش، قاری عبدالوحید، قاری محمد اسمٰعیل، حافظ محمد طیب، حافظ محمد عمران اور دو شادی شدہ بیٹیاں شامل ہیں۔

وفات اور نمازِ جنازہ:

۲۷۔ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو بوقت فجر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی روز بعد نمازِ عصر آپ کی نمازِ جنازہ کی امامت کے فرائض حافظ عبدالغفار روپڑی امیر جماعت اہل حدیث پاکستان نے سرانجام دیئے۔ نمازِ جنازہ میں نامور علمائے کرام نے شرکت کی۔

دعا ہے کہ اللہ کریم مولانا کے لگائے ہوئے چمن جامعہ شمس الحدیث کو تا قیامت جاری وساری رکھے۔ اس کے معاونین کو استقامت دے اور مولانا کی حسناتِ جمیلہ کو قبول فرما کر انھیں جنت الفردوس میں مقام دے، آمین۔



صلہ رحمی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلقات ملا کر رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان سے حسنِ سلوک کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حوصلہ اور برداشت سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے جاہلانہ روّیہ اور برتاؤ رکھتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرًا عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ))

''اگر واقعی بات اسی طرح ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک تم اِسی طرزِ عمل کو اپناتے رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف ہر وقت ایک معاون اور مددگار تمہارے ساتھ رہے گا۔''

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

سیرت عشرہ مبشرہ

تصنیف: عبدالرشید عراقی

ناشر: علم و عرفان پبلشرز، ۳۔اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

ضخامت: ۸۲۴ صفحات

قیمت: چار سو روپے

اچھی کمپوزنگ، بہتر کاغذ، خوب صورت جلد

ہمارے دوست عبدالرشید چھوٹی بڑی متعدد کتابوں کے مصنف اور معروف مضمون نگار ہیں۔ حال ہی میں ان کی ضخیم کتاب ان دس صحابہ کرام کے حالات میں شائع ہوئی ہے، جنھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ اور جن پر ابتدائی دور کی اسلامی تاریخ میں ''عشرہ مبشرہ'' کی خوب صورت اصطلاح کا اطلاق ہوا۔ ان عظیم القدر صحابہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم۔

لائق مصنف نے اس کتاب میں ان دس صحابہ کرام کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں اور اس سلسلے کا جو واقعہ جس کتاب سے لیا ہے، اس کا حوالہ دیا ہے۔ مقدمہ کتاب میں عرب کی ان تین اقسام کا ذکر کیا ہے جو عرب بائدہ، عرب عاربہ اور عرب مستعربہ پر مشتمل ہیں۔ پھر قریش اور ان کے مختلف قبائل کا تذکرہ ہے۔ اسی سلسلے میں ان کے باہمی جھگڑوں، ان کے تمدن، ان کی تہذیب، ان کے باہمی تعلقات کی نوعیت، ان کی فوجی قوت، ان کی رسوم و رواج کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ ان کے مذہبی کوائف اور ان کی تجارت وغیرہ کے واقعات بھی مناسب الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔ مقدمہ کافی طویل ہے جو بہت سی معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مقدمے کے بعد عشرہ مبشرہ کے حالاتِ زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ کا تذکرہ ہے۔ یہ وہ عظیم المرتبت صحابی ہیں جو نبی ﷺ کی دعوتِ اسلام سے آشنا ہوتے ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور پھر ہر موقعے پر نبی ﷺ سے وابستگی اختیار کیے رکھی۔ حضور ﷺ کے اس اوّلیں صحابی اور دنیا کے اوّلیں مسلمان کے کوائف حیات اس کتاب میں خاصی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ آتا ہے۔ ان کا خاندانی پس منظر، ان کا جرأت مندانہ اسلوبِ حیات، ان کے قبولِ اسلام کا واقعہ، رسول اللہ ﷺ سے ان کی بے پناہ محبت، ان کا دورِ خلافت، ان کی فتوحات کی وسعت وغیرہ تمام واقعات تاریخی حوالوں سے سپردِ قلم کیے گئے ہیں۔ ان کے عہد خلافت میں اسلام کی آواز جن جن مقامات پر پہنچی اور جو ملک اس زمانے میں فتح ہوئے اور وہاں کے لوگوں نے جس طرح مسرت کے ساتھ اسلامی فوجوں کا استقبال کیا، اس کی ضروری تفصیلات قارئین کے علم میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

پھر خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کوائف حیات بیان کیے

گئے ہیں۔ ابتدائی زندگی سے لے کر آخر تک وہ جن جن منزلوں سے گزرے، وہ اسلامی تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جو بہت سے واقعات پر محیط ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیکر سخاوت تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کی مالی لحاظ سے جو خدمت کی، اس کا ذکر زیر تبصرہ کتاب میں وضاحت سے کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس درجہ گہرا قلبی تعلق رکھتے تھے کہ اپنی بیٹی ان کے عقد میں دی۔ وہ وفات پا گئیں تو دوسری بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں سے شادی کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' کا عظیم لقب عطا ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسلام افریقا کے دور دراز علاقوں تک پہنچا اور مسلمانوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوا۔

ترتیب کے لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے اور حضرت علی المرتضٰی چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ جن کا اسم گرامی عشرہ مبشرہ کی رفیع الشان فہرست میں درج ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ چھوٹی عمر کے لوگوں میں سب سے پہلے اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے اور ان کا بچپن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کی تربیت میں گزرا۔ وہ نہایت بہادر اور انتہائی شجاع تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں آئیں۔ ان کے کاروانِ زیست کے تمام اہم واقعات اس کتاب میں خاص ترتیب کے ساتھ رقم کیے گئے ہیں جو قارئین کے مطالعہ میں آئیں گے۔

خلفائے راشدین کے بعد کتاب میں ان چھ صحابہ کے حالات مندرج ہیں جنھیں لسانِ نبوت سے جنت کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی گزشتہ سطور میں بھی آ گئے ہیں، اب دوبارہ پڑھ لیجیے:

① ...... حضرت طلحہ بن عبید اللہ، ② ...... حضرت زبیر بن العوام
③ ...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، ④ ...... حضرت سعد بن ابی وقاص
⑤ ...... حضرت سعید بن زید اور ⑥ ...... حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جن حضرات کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی بشارت کا تاج پہنائیں، ظاہر ہے وہ بہ درجہ غایت عالی قدر لوگ ہیں اور ان کے حالاتِ زندگی لازماً لائق مطالعہ ہوں گے۔ عبدالرشید عراقی نے ان کے واقعاتِ حیات الگ الگ تحریر کیے ہیں۔

''سیرت عشرہ مبشرہ'' مکتبہ علم وعرفان پبلشرز نے شائع کی ہے۔ اس مکتبے کی عمر زیادہ نہیں ہے، لیکن اس کے مالک گلفراز نے چند سال کے عرصے میں مختلف موضوعات کی بہت سی کتابیں شائع کی ہیں۔ جن سے خوانندگانِ کرام نے اپنے ذوق کے مطابق استفادہ کیا ہے۔ امید ہے اس کتاب کا مطالعہ بھی شوق اور اہتمام سے کیا جائے گا۔

☆☆............❀............☆☆

خودغرضی

وَعَنُ اَبِیُ هُرَیُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنُهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبُدُ الدِّیُنَارِ وَعَبُدُ الدِّرُهَمِ وَعَبُدُ الُخَمِیُصَةِ اِنُ اُعُطِیَ رَضِیَ وَاِنُ لَّمُ یُعُطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانُتَكِسَ وَاِذَا شِیُكَ فَلَا انُتُقِشَ۔ [البخاری: ۲۸۸۷]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور کمبل کا بندہ تباہ و برباد ہو گیا جس کو اگر کچھ دے دیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے اگر کچھ نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ ایسا آدمی ہلاک و برباد ہو گیا اور اوندھا گر پڑا۔ اگر اس کو کانٹا بھی لگے تو خدا کرے نہ نکالا جائے۔''

اطلاعات واعلانات

دعائے صحت:

①......شیخ الحدیث مولانا حافظ بنیامین طور صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام ماموں کانجن) کا گزشتہ دنوں گردوں کا آپریشن شیخ زید ہسپتال لاہور میں ہوا ہے۔احباب موصوف کی صحت کاملہ کے لیے دعا فرمائیں۔

[ابوحمزہ حماد طور گوجراں والا۔0333-8112611]

②......محمد اصغر یزدانی (خانیوال) اور مولانا فاروق شاکر مرحوم کی خالہ بعارضہ فالج علیل ہیں۔احباب دعائے صحت فرمائیں۔ [لواحقین]

③......مولانا مسعودالرحمٰن صاحب جانباز خطیب جامع مسجد اہل حدیث مانسہرہ کافی دنوں سے بیمار ہیں۔قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ان کی صحت کے لیے دعا کریں۔ [عبدالصمد ریالوی،ضلع ایبٹ آباد]

دعائے مغفرت:

حاجی محمد صادق کے والد گرامی اور منصور احمد مغل آئرن سٹور شیخوپورہ کے تایا جان گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔مرحوم کا جنازہ مولانا عبدالرحمٰن شیخوپوری نے پڑھایا۔احباب سے مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔ [لواحقین]

خطیب کے ضرورت مند:

لاہور کی کسی اہل حدیث مسجد میں خطابت کے لیے ضرورت ہو تو انتظامیہ مسجد رابطہ فرمائیں۔ [رابطہ:0321-8830327]

ضرورتِ رشتہ:

گزٹیڈ آفیسر، سرکاری ملازم، عمر تقریباً ۴۵ برس پہلی بیوی اَن پڑھ ہے۔اس میں سے دو بچے بھی ہیں۔بیوی اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے اپنے تعلیمی و تصنیفی کام صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتا۔دوسری شادی اس لیے محسوس کرتا ہوں کہ تعلیمی سفر میں ساتھ دے سکے اور بچوں کی تربیت بھی صحیح نہج پر ہو سکے۔ضرورت منداحباب رابطہ کریں۔ذات برادری کی قید نہیں ہے۔

[مہر عبدالشکور سڈھل، گورنمنٹ پبلک لائبریری، گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ۔فون:047-5340406]

سہ ماہی مجلّہ الجامعۃ السّلفیہ، اسلام آباد:

جامعہ سلفیہ سیکٹر H-8/1، اسلام آباد کی انتظامیہ نے ایک علمی و دعوتی سہ ماہی ''مجلّہ الجامعۃ السّلفیہ'' جاری کیا ہے۔سرپرست حافظ شیخ محمد شفیق، ایڈیٹر انچیف ڈاکٹر حافظ طاہر محمود، ایڈیٹر مولانا محمد یونس عاصم ہیں۔اس مجلّے کا پہلا شمارہ دسمبر ۲۰۰۷ء ہے۔اس میں قرآن وحدیث، سیرت نبوی، علمائے اسلاف، علوم ومعارف پر مبنی مضامین شائع کیے گئے ہیں۔

ضخامت:۸۷ صفحات۔قیمت فی شمارہ:/۱۵ روپے۔سفید کاغذ و کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔ [انتظامیہ جامعہ سلفیہ، اسلام آباد]